بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا خصوصی ترجمان

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ہفت روزہ
پیغام صلح
لاہور

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ختم شد بر نفس پاکش ہر کمال
لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے

رجسٹرڈ ایل ۸۳۶
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۰۲۰
مدیر اعزازی
خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید — و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا

نائب مدیر
عبد الرؤف جوہر

سالانہ چندہ
پاک و ہند — تیس روپے
بیرونی ممالک — ۱۰ پونڈ (معہ ہوائی ڈاک)

جلد ۶۹ ✦ یوم چہارشنبہ ۲ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ — بمطابق — ۲۸ جنوری ۱۹۸۲ء ✦ شمارہ ۵

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

آں نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کاندر میان خاک و خوں بینی سرے

”مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلّت کے ساتھ ہلاک کیا، جو مجھے ہلاک کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو، اور کان کھول کر سنو کہ میری رُوح ہلاک ہونے والی رُوح نہیں اور میری سرشت کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔

میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں، کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا۔ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا۔ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ، اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اُس کیساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی۔ اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو، اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلاء سے اُس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلاء نہیں، کروڑ ابتلاء ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دُکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

آں نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من — آں منم کاندر میان خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُر خار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے پیر نازک ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سب و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور اُن کا پچھلا حال پہلے سے بدتر ہو گا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ ..... ہرگز نہیں مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ جو جُدا ہونے والے ہیں جُدا ہو جائیں اُن کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو جھکنے کی عند اللہ ایسی عزت نہیں ہو گی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بُرا داغ ہے۔“

(انوار الاسلام مطبوعہ ۸ ستمبر ۱۸۹۴ء صفحہ ۲۱-۲۲)

— ✦✦ —

جواہرات :-

قرآن و حدیث

”مسلمانو! رکوع میں جھکو، سجدے میں گرو، اپنے پروردگار کی بندگی کرو۔ جو کچھ کرو نیکی کی بات کرو۔ عجب نہیں کہ اس طرح بامراد ہو۔ اور اللہ کی راہ میں جان لڑا دو۔ اس کی راہ میں جان لڑا دینے کا جو حق ہے، پوری طرح ادا کرو۔ اس نے تمہیں برگزیدگی کے لئے چن لیا ہے۔ تمہارے دین میں کسی طرح کی تنگی نہیں رکھی۔ وہی طریقہ تمہارا ہو جو تمہارے باپ ابراہیمؑ کا تھا۔ اُس نے تمہارا نام مُسلم رکھا پچھلے وقتوں میں بھی اور اس (قرآن) میں بھی۔ اور یہ اس لئے کہا تاکہ رسول تمہارے لئے (حق کا) گواہ ہو (یعنی معلم ہو) اور تم تمام انسانوں کے لئے پس نماز کا انتظام قائم کرو۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا سامان کرو۔ اللہ کا سہارا مضبوط پکڑ لو۔ وہی تمہارا کارساز ہے اور جس کا کارساز اللہ ہو۔ تو کیا ہی اچھا کارساز ہے اور کیا ہی اچھا مددگار“..... (سُورۃ الحج)

”سخی اللہ سے قریب ہے۔ لوگوں سے قریب ہے جنّت سے قریب ہے۔ آگ سے دُور ہے۔ بخیل اللہ سے دُور ہے۔ لوگوں سے دُور ہے۔ جنت سے دُور ہے۔ اور نارِ جہنم کے نزدیک ہے۔ اور جاہل سخی اللہ کو عابد بخیل سے زیادہ بھاتا ہے“

(ترمذی)

”امین اور راست باز تاجر، نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی صف میں ہو گا“ (ترمذی)

”اللہ کے نزدیک بہترین عمل بروقت نماز ادا کرنا ہے“

— ✦✦✦ —

از مکرم مرزا محمد لطیف شاہد صاحب لاہور

جماعتِ احمدیہ لاہور (مقامی) کے زیرِ اہتمام جماعت کے

چھوٹے بچوں اور بچیوں کیلئے تربیتی پروگرام

خدا کے فضل سے جماعتِ احمدیہ لاہور (مقامی) اپنے دینی کاموں کی وجہ سے نہایت تندہی سے دوستوں کی خدمت کر رہی ہے۔ مقامی جماعت کے کارکن اپنے بیدار اور مخلص صدر محترم میاں فضل احمد صاحب کی قیادت میں اہم کام جماعت اور نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت اچھا کام کر رہے ہیں ایک تنظیم کی پختگی و مضبوطی کے لئے ضروری ہے کہ انفرادی طور پر بھی ہر فرد کو اپنی تنظیم میں اچھی طرح وابستہ کیا جائے اس مقصد کے لئے ہر محلہ میں اور جہاں جہاں مساجد ہیں یا وہ مقام جس پر دوستوں کا اکٹھا ہونا ممکن ہو رابطہ اجلاس منعقد کئے جاتے ہیں اور مختلف دینی مجالس کا انتظام کیا جاتا ہے اور پچھلی کارگذاری کا جائزہ لیا جائے۔ اسی سلسلہ میں ہر پیر کو مقامی جماعت کے زیرِ اہتمام درسِ قرآن مجید ہوتا ہے جس میں ہمارے محترم بزرگ میاں نصیر احمد فاروقی صاحب نہایت محنت سے عام فہم اور فاضلانہ درس دیتے ہیں۔ جس میں دور دور سے احباب و خواتین تشریف لاکر استفادہ کرتے ہیں۔

گذشتہ سوموار مورخہ ۴/۱/۸۲ سے ایک نئی کلاس کا اجرا کیا گیا ہے جس میں والدین سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ چھ سے دس سال کے بچوں اور بچیوں کو اس کلاس میں شمولیت کے لئے ساتھ لائیں تاکہ ان نوخیز ذہنوں کو ابتدا ہی سے اسلامی مسائل۔ معاشرتی آداب، دینی علمی معلومات سے آگاہ کیا جائے چنانچہ اس پہلی کلاس میں ہمارے اندازہ سے بڑھ کر بچے اپنے والدین کے ساتھ تشریف لائے اور ان بچوں کو محترم مرزا مسعود بیگ صاحب نے اپنے مخصوص عالمانہ اور عام فہم انداز میں نیک باتیں جن سے ایک بچے کو ابتداء سے باخبر ہو جانا چاہیئے اور ان کو اپنے دلوں میں راسخ کرنا چاہیئے تاکہ آئندہ ان کی ذہنی عمارت و دینداری۔ اخلاق۔ شرافت اور اعمالِ حسنہ پر ہو کو بیان فرمایا۔ اور ان کے ذہنوں کی مناسبت سے حکایات کے رنگ میں بعض واقعات بیان کر کے بچوں میں بڑی دلچسپی پیدا فرمائی۔ اسی طرح اس مجلس میں راقم الحروف نے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے ابتدائی واقعات آپ کے بعض ارشادات جن کا بچوں کو بتانا ضروری تھا اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانیٔ سلسلہ کی سوانح کے بعض واقعات جن کا ابتدائی طور پر بچوں کا جاننا ضروری تھا ان کو بچوں کے سامنے بیان کیا۔ تمام وہ احباب جو لاہور کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اُن کی خدمت میں گذارش ہے کہ آپ کا بہترین ذخیرہ اور سرمایہ آپ کی اولاد ہے اور ان کا دیندار ہونا، اسلامی شعار، اخلاق اور دینی معلومات سے آگاہ ہونا آپ کے لئے باقیات الصالحات میں سے ہوگا۔ آپ سے گذارش ہے کہ آپ ہر ماہ کے پہلے پیر کو ٹھیک ۴½ بجے دارالسلام میں بچوں کو ساتھ لے کر تشریف لایا کریں۔ انشاء اللہ آپ محسوس کریں گے کہ آپ کے بچے ان مجالس سے کس طرح کندن بن کر نکلیں گے۔ جو بچے آئے تھے ان کے والدین نے اس بات کا برملا اظہار کیا۔ کہ واقعی اس پروگرام کو شروع کر کے محترم میاں فضل احمد صاحب اور ان کے رفقاء نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے۔

بچوں کے اعزاز میں پُرتکلف عصرانہ بھی دیا گیا۔ ان میں بعض چھوٹی چھوٹی سی چیزیں جو بچوں کے لئے کشش کا موجب ہوتی ہیں وہ بھی تقسیم کی گئیں۔ اور بچوں کا اس پروگرام میں حصہ لینا دیدنی تھا بعض بچوں نے تلاوتِ قرآن مجید اور ترجمہ اور نظمیں بھی سنائیں۔

ناشکری ہوگی، اگر میں محترم چوہدری ریاض احمد صاحب جنرل سیکرٹری مقامی جماعت لاہور کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے اس کو کامیاب بنانے میں جیسا اس کا حق تھا اس سے بڑھ کر حصہ لیا اور ایک عمدہ نمونہ قائم فرمایا۔ جزاہم اللہ احسن الجزا۔ آئندہ اجلاس ۱/۲/۸۲ بروز پیر ۴½ بجے دارالسلام میں ہوگا۔ چھ سے دس سال کے بچوں اور بچیوں کو براہِ کرم والدین ساتھ لے کر تشریف لاویں۔

—— ٭٭٭ ——

غارِ حرا سے خطاب

" غارِ حرا سے خطاب " کے عنوان سے ہم ایک نظم ہدیۂ قارئین کرام کرتے ہیں جس میں خطاب کرنیوالے کے ان گہرے قلبی تاثرات کا عکس نظر آتا ہے جو غارِ حرا کے سامنے پہنچ کر ان کے دل میں پیدا ہوئے اور آنحضرت ؐ کی ساری حیاتِ طیبہ کی داستان ایک فلم کی صورت میں ان کی نظروں کے سامنے سے گذر گئی ایسا دکھائی دیتا ہے کہ اس غارِ حرا میں آنحضور ؐ کے سجدوں کے نشان انہیں اب بھی دکھائی دے رہے ہیں جن کی بارگاہِ الٰہی میں قبولیت سے آپکی ذاتِ مقدسہ کی بدولت ملک عرب ہی کیا تمام دنیا کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ چونکہ ہم خود اس نظم کے پڑھنے سے محظوظ ہوئے اس لئے ہم نے چاہا کہ اپنے قارئین کو بھی اس میں شریک کریں (ادارہ)

ہاں سنا غارِ حرا یادِ کہن کا ماجرا
جب تیری ظلمت سے پھوٹا چشمۂ نورِ ہدیٰ

تیری خاموشی میں ہے مستور اُس دل کی صدا
جس کی ہر دھڑکن تھی سازِ عشقِ احدت کی نوا

جب تیری آغوش میں آتا تھا وہ دُرِّ یتیم
دوش پہ اپنے امانت کا لئے بارِ عظیم

تیری خلوت تھی اُسے دامانِ مادر سے سوا
تیری خاموشی میں پائی اُس نے ہر دکھ کی دوا

اُس کے نفسِ عنبریں کی ہے فضا تیری امیں
اس کی پابوسی پہ کرتی ناز ہے تیری زمیں

تیری خلوت اس نگاہِ پاک نے کی انتخاب
ہیچ تھے جس میں قصورِ قیصر و افراسیاب

تیری سنسانی سے کچھ توقیر تیری کم نہیں
کیا کسی قصرِ شہی کو بھی ملا ایسا مکیں

تو ہے اس کیفیتِ معصوم کی آئینہ دار
جب تیری آغوش میں اکرہ مخبرِ روزگار

اس دلِ درد آشنا سے رو کے کرتا تھا دعا
ظالموں کو درسِ الفت جس کے نالوں نے دیا

تیری خاموشی ہے گویا راز دارِ اسلام کی
تو امانت دار ہے اس آخری پیغام کی

سرزمینِ پاک ایماں کی حرارت سے اُبل
ہاں اس چشمۂ نورِ ہدایت کو اُگل

—— ٭٭ ——

دو ضروری اِصلاحات

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب بمقام مسجد جامع، دارالسلام، لاہور

نوٹ:- یہ خطبہ شروع جنوری ۱۹۸۲ء میں دیا گیا تھا جو دوسری مصروفیات کی وجہ سے اب تک تحریر نہ ہو سکا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنْسٰھُمْ اَنْفُسَھُمْ ط اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ط اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ط وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ○ (سورۃ الحشر ۵۹۔ آیات ۱۸ تا ۲۱)

ترجمہ:- "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ کرو اور چاہیئے کہ ہر نفس غور کرے کہ اُس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ کرو۔ اللہ اُس سے خبردار ہے جو تم عمل کرتے ہو۔ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ سو اُس نے انہیں اپنے نفسوں کو بھلا دیا۔ یہی لوگ فاسق ہیں۔ آگ والے اور جنت والے برابر نہیں۔ جنت والے ہی بامراد ہیں۔ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو تُو اسے اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دیکھتا۔ اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر کریں۔"

اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اُس نے ہم پر نیا سال چڑھایا ہے۔ ورنہ کتنے بھائی اور بہنیں اور بچے تھے جو پچھلے سال ہم سے جُدا ہو گئے۔ میری دلی دُعا ہے کہ یہ چھوٹی سی جماعت جس کا ہر فرد اِس قدر قیمتی ہے اُس کا ہر فرد نیا سال بخیریت گزارے اور اس پر پچاسوں سینکڑوں نئے سال اور بھی خیر و عافیت سے آئیں۔ مگر کسی انسان کو خواہ وہ بوڑھا ہو یا جوان یا بچہ اس کی اجل کا پتہ نہیں۔ اور ہم میں سے اللہ جانے کتنے ہیں جن کے لئے سنہ ۱۹۸۲ء آخری سال ہے۔ اس لئے عقلمندی یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک فکر کرے کہ اگر اُسے بلاوا آ جائے تو کیا وہ اس حالت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سرخرو ہو اور ہمارے لئے حسرت اور عذاب کا سامان نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اُس نے قرآنِ کریم نازل فرما کر ہم پر روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے کہ وہ ہم سے کیا توقعات رکھتا ہے اور ہم سے کیا محاسبہ ہوگا اور ہم اس میں کس طرح سرخرو ہو سکتے ہیں۔ کاش لوگ اس مقدس کتاب کو محض رسمًا نہ پڑھا کریں بلکہ اس کی ہدایت سے اپنے آپ کو سنواریں اور اپنے ظاہر اور باطن میں وہ اصلاح کریں جس کے بغیر نجات نہیں مل سکتی۔ اس پاک کتاب کا کون سا صفحہ ہے جس پر وہ ہدایت کسی نہ کسی رنگ میں موجود نہیں۔ میں نے اس کی صرف ایک جگہ سے چند آیات اس خطبہ کے شروع میں پڑھی ہیں۔ وہی ہماری زندگیاں بدل دینے اور مکمل اصلاح کے لئے کافی ہیں۔

تقویٰ اللہ

اِن آیات میں پہلی بات یہ فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایمان کی باطنی روشنی عطا فرمائی ہے تو اُس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اللہ کا تقویٰ کرو۔ تقویٰ اللہ کے کیا معنی ہیں؟ قرآنِ حکیم میں کہیں تو لفظ تقویٰ اکیلا مختلف شکلوں میں آتا ہے اور کہیں تقویٰ اللہ کے الفاظ اکٹھے آتے ہیں جیسے آج کی آیات میں آئے ہیں۔ تو اکیلے لفظ تقویٰ کے معنے تو اپنے آپ کی حفاظت کرنا ہے اُس سے جو ایذا دے یا نقصان پہنچائے۔ اور چونکہ گناہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں جو انسان کو نقصان پہنچائے یا اُس کے لئے باعثِ ایذا ہو اس لئے اصطلاحِ شریعت میں تقویٰ اپنے آپ کو گناہ میں پڑنے سے بچانا ہے۔

اور تقویٰ کے دوسرے معنیٰ اپنے آپ کو اُس سے بچانا ہے جس کا خوف کیا جاتا ہو۔ اور انہی معنوں میں تقویٰ اللہ کے معنیٰ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے محاسبہ سے، اس کی پکڑ سے، اس کی سزا سے بچانے کے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے محاسبہ سے بڑھ کر کوئی خوف کرنے والی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف انسان کے ہر فعل کو دیکھتا ہے اور اس کے فرشتے اُسے محفوظ کر لیتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں کیا ہے اس سے بھی واقف ہے اور وہ بھی انسان کے اندر محفوظ ہو رہا ہے۔ تو دنیا کی عدالتوں یا پولیس کی آنکھوں میں تو انسان دھول ڈال کر بچ سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ پھر دنیا کی عدالت کیا سزا دے سکتی ہے؟ عام طور پر تو چند ماہ یا چند سال قید خانے میں گذار کر انسان نکل آتا ہے۔ یا پھانسی بھی پائی تو کیا ہوا مرنا تو آخر ہر ایک کو ہے ہی اور مر گئے تو بظاہر دنیا کے سب دکھوں سے نجات ہو گئی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی سزا تو بہت سخت ہے اور اس سے کوئی چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ قرآن نے عذابِ جہنم سے متنبہ کیا ہے کہ اِنَّ عَذَابَھَا کَانَ غَرَامًا ○ اِنَّھَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (الفرقان ۲۵۔ ۶۵، ۶۶) یعنے دوزخ کا عذاب چمٹ جانے والی چیز ہے اور اس میں خواہ انسان کو کتنا ہی ٹھہرنا ہو جہنم بہت بُری جگہ ہے۔ قرآنِ حکیم نے دوزخ کے عذاب کی جو تفاصیل پہلے سے ہماری عبرت کے لئے بتا دی ہیں اُن سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ دوزخی موت مانگیں گے مگر ان کو موت نہ آئے گی۔

الغرض تقوٰے اللہ کے معنیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کے محاسبہ سے، اُس کی سزا سے اپنے آپ کو بروقت بچا لینا اور یہ الفاظ جہاں آتے ہیں اُن سے آگے جو حکم آتا ہے اس کے خاص محاسبہ کا ذکر مقصود ہوتا ہے۔

اعمال کا محاسبہ

جن آیات سے میں نے آج کا خطبہ شروع کیا ہے اُن میں اِتَّقُوا اللّٰہَ فرما کر فرمایا کہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ "چاہیئے کہ ہر نفس نگاہ رکھے کہ اس نے کل کے لئے (یعنے اگلی زندگی کے لئے) کیا آگے بھیجا ہے۔"

اور پھر تنبیہہ فرمائی وَاتَّقُوا اللّٰہَ نہ صرف تاکید کے لئے بلکہ اس لئے بھی کہ اگلے الفاظ میں جو بات فرمائی ہے وہ خاص قابلِ خوف ہے۔ وہ یہ کہ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ "اللہ خبیر ہے اُن عملوں کا جو تم کرتے ہو۔" دوسری جگہ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے جو عمل تم کر رہے ہو۔ مگر یہاں لفظ خبیر لا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے بلکہ اُن کے پیچھے جو تمہاری نیت یا ارادے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان کو اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرنا چاہیئے جو ڈرنے کا حق ہے۔ اسی لئے دوسری جگہ فرمایا ہے اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ۔

آج کی آیات میں "اے لوگو جو ایمان لائے ہو" سے مضمون کو شروع کر کے اعمال کے محاسبہ پر اس قدر زور کیوں دیا ہے کہ دو دفعہ فرمایا اِتَّقُوا اللّٰہَ؟ اس لئے کہ بدقسمتی سے ہم میں سے اکثر اپنے ایمان لانے کو بخشش کے لئے، نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالمِ اسلام میں اکثر لوگوں کی عملی حالت ایسی ہے کہ غیر مسلم جو اسلام کی تعلیم کو اچھا بھی سمجھتے ہوں وہ ہماری حالت کو دیکھ کر اسلام سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ایمان تو وہ باطنی روشنی بخشتا ہے اور وہ سیدھا رستہ بتاتا ہے جس پر ہم کو چلنا چاہیئے یعنے عمل کرنا چاہیئے۔ اس لئے مسلمانوں کو اس عام غلط فہمی یا غفلت

سے جھنجھوڑنے کی ضرورت ہے، کہ خالی زبانی ایمان کافی ہے جبکہ انسان کے اعمال یا بے عملی اس زبانی اقرار کو جھٹلاتی ہو۔

دوہری ذمہ داری

ویسے تو ہر شخص اپنے اعتقادات اور اپنے اعمال کا قیامت کے دن جوابدہ ہوگا مگر جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمان گھرانے میں پیدا کرے یا اسلام کو قبول کرنے کی توفیق دے اس پر تو دوہری ذمہ داری ہے کہ اس سیدھے راستہ پر ڈالا گیا مگر وہ پھر بھی بھٹک گیا یا اپنی منزلِ مقصود کو نہ پا سکا۔ مثلاً اگر ہم سب کو کسی مقام پر پہنچنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو وہ شخص جسے اس مقام کا پتہ نہیں یا اسے پانے کا راستہ نہیں معلوم وہ زیادہ قابلِ مواخذہ ہوگا یا وہ شخص جسے اس مقام کا بھی صحیح اور پورا پتہ دیا گیا ہو اور سیدھا راستہ بھی بتا دیا گیا ہو؟

یا فرض کر لیجئے ایک طالب علم کو امتحان میں کامیابی کے لئے صحیح اور کامل کتاب دی گئی ہے جو پہلے سے یہ مکمل طور پر بتا دے کہ ممتحن تم سے کیا توقعات رکھتا ہے اور کیا سوال پوچھے گا۔ وہ امتحان میں فیل ہو جائے تو وہ اس طالب علم سے زیادہ قابلِ مواخذہ ہوگا بہ نسبت اس طالب علم کے جسے یہ علم پہلے سے نہ دیا گیا تھا۔ اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ قابلِ مواخذہ ہوں گے خصوصاً جب ہم بجائے نیک اعمال کرنے کے بداعمال کر کے سخت مجرم بنے ہوں گے۔

ایمان اور عمل

ہم تو اپنے ایمان پر ہی مطمئن ہیں مگر اگر اس ایمان کے نتیجہ میں ہم صحیح اعمال نہ کریں تو پھر ہمارا ایمان بھی صحیح نہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ ہمارا ایمان تو ہمیں سکھلائے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہمارے ساتھ ہے (ھو معکم اینما کنتم) اور وہ ہماری باتوں کو سنتا (سمیع) ہے اور ہمارے اعمال کو دیکھتا (بصیر) ہے اور ہمارے سینہ کے بھیدوں کو جانتا ہے (علیمٌ بذات الصدور) اور پھر ہماری باتیں اور ہمارے اعمال اور ہمارے سینے ناپاک اور فتنہ و فساد سے پُر ہوں؟ اور ہمارا ایمان تو ہمیں بتلائے کہ ہمارے قول، ہمارے فعل اور ہمارے سینوں میں جو کچھ ہے اس پر آخرت میں محاسبہ اور سزا ہوگی مگر ہم بے فکری سے جو چاہیں کہیں، جو چاہیں کریں اور جو چاہیں اپنے سینوں میں چھپائیں۔ خدارا موت آنے سے پہلے ان سب کو پاک و صاف کریں جس کے متعلق مفصل احکام قرآنِ پاک میں موجود ہیں کیونکہ وہ ھدًی للمتقین ہے اور تقویٰ کے معنی ہیں ہی اپنے اعمال، اپنے اقوال اور اپنے سینوں سے تمام گندگیوں کو دور کرنا اور ان گندگیوں کا علم اور ان سے بچنے کے طریق قرآنِ پاک نے تفصیل سے بتلا دیئے ہیں۔

نفس کی اصلاح

انسان کے اعمال کی کچھ حد تک اصلاح انسانی قوانین کے خوف یا PUBLIC OPINION (یعنی لوگ کیا کہیں گے) ان دونوں خوفوں سے بھی ہو سکتی ہے۔ میں قانون کی گرفت میں نہ آجاؤں یا برادری یا دنیا کیا کہے گی۔ مگر یہ اصلاح کبھی پوری نہیں ہوتی اسی لئے باوجود قوانین، عدالتوں اور پولیس کے اکثر لوگ گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور نہ سماج یا برادری کا خوف لوگوں کو روکتا ہے کیونکہ بسا اوقات دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ممکن ہو جاتا ہے اور بعض مجرم تو دیدہ دلیری سے گناہ کرتے ہیں۔ ایک مثال کافی ہے۔ رشوت ستانی ہمیشہ سے رہی ہے اور کہا جاتا ہے کہ آج کل تو زوروں پہ ہے۔ حالانکہ ہر قسم کی قوانین بندشیں اور روکیں پیدا کی جا رہی ہیں اور عام لوگ بھی رشوت ستانی سے زخم خوردہ ہو کر چیخ پکار کر رہے ہیں۔

دراصل انسان کے اعمال کی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی جب تک کہ انسان کو زندہ خدا پر زندہ ایمان نہ ہو۔ یہ ایمان قرآنِ حکیم، نماز، روزہ وغیرہ پیدا کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم انہیں سمجھ کر ادا کریں نہ کہ رسماً۔ اور وحی والہام زندہ خدا پر زندہ ایمان پیدا کرنے کے لئے اُمتِ محمدیہ میں جاری و ساری ہیں۔ دراصل اللہ تعالیٰ کا ثبوت تو کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں موجود ہے مگر ظاہر بین انسان کو چونکہ خدا نظر نہیں آتا تو وہ خدا کو بھولتا رہتا ہے۔ اور اگرچہ قوانین اور لوگوں کا خوف اعمال کی اصلاح کچھ حد تک کرتے رہتے ہیں مگر انسان کے دل میں کیا ہے اس کو نہ قوانین پکڑ سکتے ہیں نہ پبلک کی رائے۔

مگر جب تک انسان کے دل کی اصلاح نہ ہو انسان کے اعمال کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور دل کا حال صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس لئے جو انسان اللہ تعالیٰ کو بھول جائے وہ اپنے نفس کی اصلاح سے بھی غافل رہتا ہے۔ اسی لئے علم و حکمت سے پُر قرآن نے اگلی آیت جو ہم نے اس خطبہ کے شروع میں پڑھی ہے اس میں فرمایا ولا تکونوا کالذین نسوا اللّٰہ فانسٰھم انفسھم یعنی ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اللہ کو بھول گئے تو اس کے نتیجہ میں اللہ نے انہیں ان کے نفسوں سے غافل کر دیا۔ اگلے الفاظ مبارکہ ہیں:-

اولٰئک ھم الفٰسقون

یہی لوگ ہیں جو فاسق ہیں۔ فاسق کی تعریف قرآنِ حکیم نے اپنی ابتداء میں فرما دی ہے۔

وما یضل بہٖ الا الفٰسقین ۙ الذین ینقضون عھد اللّٰہ من بعد میثاقہٖ ۠ ویقطعون ما امر اللّٰہ بہٖ ان یوصل ویفسدون فی الارض ؕ اولٰئک ھم الخٰسرون ۝ (سورۃ البقرۃ ۲۶-۲۷)

"اور اللہ تعالیٰ اس (قرآن) سے سوائے فاسقوں کے کسی کو گمراہ نہیں ٹھہراتا جو اللہ کے عہد کو اس کے پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور اسے قطع کر دیتے ہیں جسے اللہ نے حکم دیا ہے کہ ملایا جائے۔ اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

عہد اللہ

یہ عہد اللہ کیا ہے؟ اس کامل کتاب حکیم نے خود ہی بتلا دیا ہے کہ وہ عہد یا تعلق یا رشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ انسان کو پیدا کرتے ہوئے اس کی فطرت میں اپنے ساتھ باندھتا ہے۔ اسی لئے اس کو عہدِ فطرت کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے۔

واذ اخذ ربک من بنیٓ اٰدم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علٰٓی انفسھم ۚ الست بربکم ؕ قالوا بلٰی ۚ شھدنا ۚ ان تقولوا یوم القیٰمۃ انا کنا عن ھٰذا غٰفلین ۙ او تقولوا انمآ اشرک اٰبآؤنا من قبل وکنا ذریۃ من بعدھم ۚ افتھلکنا بما فعل المبطلون ۝

(الاعراف، ۱۷۲-۱۷۳) "اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی اور ان کو اپنے پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں! ہم گواہ ہیں۔ (یہ اس لئے کیا تاکہ) ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن (جس دن اللہ تعالیٰ نظر بھی آرہا ہوگا) یہ نہ کہو کہ ہم تو اس سے (یعنے اللہ تعالیٰ کی ہستی سے) بے خبر تھے۔ یا یہ کہو کہ ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ تو کیا تو ہم کو اس کی وجہ سے ہلاک کرتا ہے جو غلط کاروں نے کیا۔"

یہ علم جو قرآنِ حکیم نے دیا ہے کسی الہامی کتاب میں آج نہیں ملتا کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید پر گواہی انسان کی فطرت میں ہے۔ تبھی تو مصیبت میں انسان کی فطرت (خواہ وہ انسان دہریہ ہو یا مشرک) خدائے واحد کو پکار اٹھتی ہے۔

تو وہ لوگ جو اس زندگی میں بھولے رہتے ہیں وہ پھر اپنے نفس کی اصلاح سے بھی غافل ہو جاتے ہیں اور یوں آہستہ آہستہ وہ عہدِ فطرت کو توڑنے والے بن جاتے ہیں کہ پھر دہریہ ہو کر اس پر فخر کرتے ہیں جیسا کہ آج اکثر دنیا کے لوگ اشتراکیت کے زیرِ اثر یا مغرب کی بڑھتی ہوئی دہریت کے زیرِ اثر کرتے ہیں حالانکہ سورۃ البقرۃ والی آیت جو میں نے ذرہ پہلے پڑھی ہے اس میں فرمایا کہ اس عہدِ فطرت کو جو ہر انسان میں رکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے وحی اور نبی بھیج کر پختہ کیا تھا کہ انہوں نے نہ صرف خدا کی ہستی پر زبردست گواہی دی اور جو لوگ اللہ تعالیٰ سے دور جا پڑے ہوئے ہیں انہیں اللہ کے حکم سے اللہ کی طرف بلا کر اس سے دوبارہ تعلق پیدا کرنے کی تلقین کی جیسا کہ فرمایا ما امر اللّٰہ بہٖ ان یوصل۔ مگر جو اس کے بعد بھی اللہ سے رشتہ توڑ لیں وہ یفسدون فی الارض کرتے ہیں۔ زمین میں تمام خرابی ایسے لوگ ہی پیدا کرتے ہیں۔ فرمایا اولٰئک ھم

الخسرون - ایسے لوگ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں کہ بجائے خدا جیسی نعمت پانے کے اور دنیا اور آخرت میں سکھی رہنے کے ہر وقت اپنی باطنی آگ میں جلتے ہیں جو مرنے کے بعد ظاہر میں بھی انہیں گھیرے گی جیسا کہ فرمایا۔ نار اللّٰہ الموقدۃ ۝ التی تطلع علی الافئدۃ ۝ انھا علیھم مؤصدۃ ۝ فی عمد ممددۃ ۝ (الھمزۃ ۶ تا ۹) "اللہ تعالیٰ کی جلائی ہوئی آگ جو دلوں پر بھڑک اٹھتی ہے (پھر) وہ ان پر لمبے، لمبے ستونوں میں بند کی جائے گی۔"

دنیا کا جہنم اور جنّت

قرآن کریم پر انسان کیوں نہ ہزار جان سے نثار اور قربان ہو جائے۔ کیا علم دیا ہے جو کسی کتاب میں نہیں ملتا اور کیا حکیم کتاب ہے کہ اس کی ہر آیت پہلی اور پچھلی آیت سے حکمت میں بندھی ہوئی ہے۔ انسان کے اعمال اور انسان کے نفس کی اہم اور اشد ضروری اصلاح جو تقوٰی اللہ سے پیدا ہوتی ہے اس کے بعد فرمایا لا یستوی اصحٰب النار واصحٰب الجنۃ اصحٰب الجنۃ ھم الفآئزون ۝ "آگ والے اور جنّت والے برابر نہیں، جنت والے ہی بامراد ہیں"۔ فرمایا کہ اعمال کی اصلاح نہ کرو گے اور اپنے نفسوں کی اصلاح نہ کرو گے تو اسی دنیا میں جہنّم میں داخل ہو جاؤ گے اور اگر تقوٰی اللہ پیدا کر کے یہ اصلاحیں کر لو گے تو اسی دنیا میں جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور دونوں میں جو فرق ہے وہ تمہیں اسی دنیا میں نظر آ جائے گا۔ آخرت میں تو خیر وہ ظاہر میں بھی نمایاں ہوگا۔

اس دنیا کا جہنم اور جنت انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ جہنم کی آگ دل میں پیدا ہو کر ھل من مزید کے شعلوں میں بھڑکتی ہے خواہ وہ دولت کے لئے ہو یا حکومت مل جانے کے لئے، خواہ وہ شہوات کی آگ ہو۔ ھل من مزید کی ہوس میں انسان ظاہر میں بھی دکھوں میں پڑتا ہے اور اگر نہ بھی پڑے تو دل میں تو وہ آگ ہر آن بھڑکتی ہے۔ یہی حال ہر غصہ والے یا حاسد یا دشمنی کو اختیار کرنے والے کا ہوتا ہے۔

اور متقی کا دل جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ سوکھے چنے کھا کر سویا ہو مگر دل سکھی ہوتا ہے۔ راشی پلاؤ مرغی بھی کھالے مگر ہر آن خوف اور فکر کی آگ میں مبتلا ہوتا ہے۔ ولمن خاف مقام ربہٖ جنتٰن "جو اپنے رب کے آگے کھڑے ہونے کے وقت سے خوف کرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں"۔ سو متقی اس دنیا میں جو جنت پا لیتے ہیں وہ دل کی ہوتی ہے۔ آخرت میں وہ ظاہر میں بھی ہوگی اور انسان کا دل جنت میں ہو تو وہ واقعی سکھی ہے خواہ ظاہر میں فقر و فاقہ ہو اور اگر دل میں جہنم ہو تو انسان ہزار عیش و عشرت کے سامان رکھتا ہو وہ دکھی ہوتا ہے۔ اس لئے دل کا سکھ اور باہر کا سکھ پا لینے والے واقعی بامراد ہیں جیسا کہ فرمایا، اولٰٓئک ھم الفآئزون

تجلّی الٰہی

آخری آیت جس سے میں نے آج کے خطبہ کو شروع کیا تھا وہ ہے لو انزلنا ھٰذا القراٰن علٰی جبل لرایتہٗ خاشعًا متصدعًا من خشیۃ اللّٰہ، وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ۝

"اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو تو اُسے اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا دیکھتا اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں، فکر کریں"

اس آیت مبارکہ کا پچھلی آیات کیا تعلق ہے؟ وہ یہ ہے کہ پچھلی آیات میں تقوای اللہ، انسانی اعمال کی اصلاح اور انسان کے نفس کی اصلاح کا مضمون تھا۔ یہ تینوں چیزیں انسان کیوں نہیں کرتا؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ انسان کی ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتا۔ اس کا تدارک قرآن حکیم نے مفصلہ ذیل باتوں سے فرمایا۔

ا:۔ انسان کی جسمانی آنکھ اس کے جسم کا نازک ترین حصہ ہے۔ اور وہ صرف محدود چیزوں کو اور ان میں سے بھی ان کو جو اس کی حدِ نظر کے اندر ہوں دیکھ سکتی ہے۔ لا تدرکہ الابصار۔ انسان کی یا کسی اور مخلوق کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ پھر انسان کی آنکھ جو ذرہ تیز روشنی ہو تو چندھیا جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تجلّی کو نہیں دیکھ سکتی۔

ب:۔ اس بات کو دوسری جگہ حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں واضح فرمایا ہے۔ جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کی "میرے رب مجھے اپنا آپ دکھا کہ میں تیری طرف دیکھوں۔ کہا تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ کھڑا رہ گیا تو تو بھی مجھے دیکھ لے گا۔ پس جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلّی فرمائی اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر گیا" (الاعراف۔ ۱۴۳) تو جب پہاڑ اللہ تعالیٰ کی تجلّی کی جھلک کو برداشت نہ کر سکا اور ریزہ ریزہ ہو گیا تو انسان کی جسمانی آنکھ جو نازک ترین شے ہے وہ اللہ تعالیٰ کو کہاں دیکھ سکتی ہے؟

ج:۔ اسی پہاڑ والے استعارہ کو یہاں دوبارہ استعمال فرمایا کہ قرآن عظیم وہ زبردست اللہ تعالیٰ کی تجلی ہے کہ اگر یہ پہاڑ پر نازل ہوتا تو وہ اللہ کے خوف سے گرا ہوا پھٹا ہوا ریت کا تودہ بن جاتا۔ تو اگر تمہارے دلوں میں اس قرآن سے اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے آگے مکمل عاجزی و انکساری نہیں پیدا ہوتی تو پھر تمہارے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں اور یہ تمہارے لئے بڑے فکر کی بات ہونی چاہیئے۔

صفاتِ الٰہی:

قرآنِ حکیم نے جس تفصیل سے اللہ تعالیٰ کی صفات، اُس کی قدرت کاملہ اور اس کے جلال اور جبروت کا علم دیا ہے کسی الہامی کتاب نے نہیں دیا ہے جس انسان کا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت نہ ہو تو وہ پگھلے بغیر نہیں رہ سکتا اور انہی صفاتِ الٰہی جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی زبردست تجلی قرآن حکیم میں ہوئی ہے اُن میں سے کچھ کو اگلی تین آیات میں بیان فرمایا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ خطبہ زیادہ لمبا ہو جائے آپ خود سورت الحشر ۵۹ کی اگلی تین آیات (۲۲ تا ۲۴) کو ملاحظہ فرمالیں۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال اور اپنے نفس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کے آگے جوابدہ ہے یہ دونوں ایک دوسرے پر INTER - ACT کرتے ہیں یعنے ایک دوسرے پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ انسان کو چلانے والا اس کا نفس ہے۔ نفس پاک صاف ہو تو اعمال بھی پاک ہو جاتے ہیں۔ اور اعمال کا اچھا یا برا اثر انسان کے نفس پر پڑتا ہے۔ اور یہی دونوں مرنے کے بعد آگے جانے والے ہیں۔ انسان کا جسم تو یہیں مٹی میں مل جاتا ہے۔ اور انسان کی اگلی زندگی بلکہ یہاں کی زندگی بھی انہی دونوں کی حالت سے جہنّم یا جنت بنتی ہے۔

مگر ان دونوں کی اصلاح اور فلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ زندہ خدا پر زندہ ایمان نہ پیدا ہو۔ اور یہ ایمان وحی الٰہی پیدا کرتی ہے جو اپنے کمال کو قرآن کریم میں پہنچ گئی۔ قرآن کو اپنے اعمال اور اپنے نفس کی اصلاح کی نیت سے پڑھیئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے پہلے اس سے کہ ہمارا وقت پورا ہو جائے جو کبھی بھی ہو سکتا ہے۔ اے اللہ تو ہم سب کا انجام اچھا کرنا۔ توفنا مع الابرار۔ آمین!

اخبارِ احمدیہ

- سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ العزیز بخیریت ہیں اور بدستور خدمات دینیہ میں مصروف ہیں احباب و بزرگان سلسلہ حضرت موصوف کی بابرکت درازیٔ عمر کے لئے اپنی دعائیں بدستور جاری رکھیں۔
- درخواست دعا:۔

انجمن کے ایک نہایت ہی دیندار اور مخلص احمدی ریٹائرڈ صادق لالہ عبدالکریم کا ۱۶ سالہ صاحبزادہ خرابیٔ دماغ کے باعث دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل ہے وہ سلسلہ کے تہجد گزار بزرگوں سے اپنے بیٹے کی صحتِ کاملہ کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

اسلام میں عورتوں کے حقوق

بیویوں کے حقوق کے سلسلہ میں احکام و ہدایات

آنحضرت صلعم ـــ بحیثیت ایک مثالی شوہر

"آنحضرت صلعم انسانِ کامل تھے آپؐ کی زندگی کا ہر گوشہ اور آپ کے کردار کا ہر رُخ مسلمانوں کے لئے نمونہ اور اسوہ ہے خدائے بزرگ و برتر نے آپ کو انسانوں میں پیدا کیا اور انسانوں کی طرح پیدا کیا اور آپ نے انسانوں ہی کی طرح اپنی پوری زندگی گذاری آپ بیٹے بھی تھے اور باپ بھی۔ شوہر بھی تھے اور بھائی بھی۔ عمر میں چھوٹے بھی تھے اور بزرگ بھی آپ نے تجارت بھی کی اور فوجیں بھی لڑائیں۔ محنت کشی بھی کی اور حکمرانی بھی آپ ہر حیثیت سے شاہراہِ حیات پر ایسے نقوش چھوڑ گئے جو قیامت تک لوگوں کے لئے نمونہ اور معیار بنے رہیں گے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (ترجمہ) بے شک تمہارے لئے رسول اللہ (صلعم) کی زندگی قابلِ تقلید نمونہ ہے۔

چنانچہ ایک شوہر اور رفیقِ حیات کی حیثیت سے آنحضرت صلعم کا جو کردار ہے وہ ہر شوہر کے لئے نمونہ کا کردار ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے مسلمان شوہروں کے لئے آپ کے چند احکام سماعت فرمائیے ارشاد فرمایا۔

۱۔ خیرکم خیرکم لاھلہ (ترمذی۔ ابن ماجہ) تم میں بھلا آدمی وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے بھلا ہو۔

۲۔ خیارکم خیارکم لنساء ھم (ترمذی) تم میں سب سے بھلے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے بھلے ہوں۔"

ایک بار ایک صحابی کو جو زہد و عبادت کی کثرت کی وجہ سے اپنے اہل و عیال سے غافل رہتے تھے بلوایا اور فرمایا "اور تمہاری رفیقہ کا بھی تم پر حق ہے۔"

صنفِ ضعیف کے حقوق کا سرکارِ دو عالم کو کتنا خیال تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے کہ آپ نے اپنی حیات کے آخری خطبۂ حج میں جن اہم تر مسائل پر احکام و نصائح فرمائے تھے ان میں عورت کے حقوق کا مسئلہ بھی شامل فرمایا۔

"لوگو! عورتوں کے حق میں میری نیکی کی نصیحت کو مانو کہ یہ تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں اور تم اس کے سوا کسی بات کا حق نہیں رکھتے الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا کام کریں۔ اگر ایسا کریں تو ان کو خواب گاہ میں علیحدہ کر دو اور ان کو ہلکی مار مارو تو اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر ان پر الزام لگانے کے پہلو نہ ڈھونڈھو۔ بے شک تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کو تم پر حق ہے۔ تمہارا حق تمہاری عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر کو دوسروں سے پامال نہ کرائیں جن کو تم پسند نہیں کرتے اور نہ تمہارے گھروں میں ان کو آنے کی اجازت دیں جن کا آنا تم کو پسند نہیں۔ اور ہاں ان کا حق تم پر یہ ہے کہ ان کے پہنانے اور کھلانے میں نیکی کرو۔"

بیوی کے حق کی وضاحت ایک اور موقعہ پر ایک سوال کے جواب میں یوں فرمائی۔

"بیوی کا حق شوہر پر یہ ہے کہ جب خود کھائے تو اس کو کھلائے جب خود پہنے تو اس کو پہنائے نہ اس کے منہ پر تھپڑ مارے نہ اس کو بُرا بھلا کہے۔ نہ گھر کے علاوہ (سزا کے لئے) اس کو علیحدہ کرے (ابن ماجہ)

اختصار کے خیال سے میں نے یہ چند ارشادات نقل کئے ہیں ورنہ بیویوں کے حقوق کے سلسلہ میں آپ کے احکام و ہدایات بکثرت ہیں۔ ایک شوہر کی حیثیت سے حضور کیسے تھے اس کا جواب عرض کرنے سے پہلے یہ سوچتے ہیں کہ ایک شوہر کے لئے عموی شرائط کیا ہونی چاہیئں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ بیوی کے لئے محبت کوش ہو

دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی ضروریات اور خواہشات کا حتی الامکان پورا پورا خیال رکھے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جہاں تک اس کے حالات اجازت دیں بیوی کی ان فرمائشوں اور خواہشوں کی تکمیل میں سعی کرے جو چاہے اس کے مزاج کے خلاف ہوں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ وقت، مال، محبت اور توجہات کی ٹھیک ٹھیک اور عادلانہ تقسیم کرے۔

اب ان شرائط کی روشنی میں شوہر کا ایک مثالی کردار ملاحظہ ہو۔ جہاں تک محبت کوش ہونے کا تعلق ہے تو حضور صلعم ایک پاک ہستی سراپا محبت تھی، محبت کیش تھی جس کا پیغام محبت کا پیغام تھا جس کا مشن محبت کا مشن تھا جس نے محبت اور صرف محبت کے زور پر ساری دنیا کو فتح کیا تھا جسے دوستوں ہی سے نہیں دشمنوں سے بھی محبت تھی۔ ایسے محبت کیش کی محبت کوشیوں کا کیا ٹھکانا ہوگا اور وہ بھی اپنی ازواج مطہرات کے لئے۔

آپ نے چھٹی صدی کے عرب کے معاشرے میں عورت سے جیسی محبت کر کے دکھائی اور کرنا سکھائی ہے اس کا اندازہ کرنے کیلئے سیدنا عمر رضہ کا یہ قول سنیئے :۔

"ہم لوگ اسلام سے قبل عورتوں کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اسلام نے عورتوں کے حقوق مقرر کر کے ان کے نفاذ کے احکام دیئے۔" (بخاری)

ان احکام و ہدایات کا اثر کیا ہوا، عورت کو کیا حقوق ملے اس کا جواب بھی حضرت عمرؓ اپنے اسی ارشاد کے دوسرے حصہ میں دیتے ہیں :۔

"ایک بار میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اس نے بھی برابر کے جواب دیئے۔" (بخاری)

ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ انقلاب عظیم۔ عرب کے جاہلیت کے معاشرے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کا درجہ معاشرے میں کتنا بلند کر دیا اور ذہن کتنے بدل گئے کہ ایک عورت حضرت عمر رضہ جیسی زبردست شخصیت کی ڈانٹ سن کر ترکی کا جواب ترکی میں دیتی ہے۔ اور اصل مزہ اس داستان کا یہ ہے کہ :۔

"شوہر گھر کی اس "جھڑپ" کا حال باہر کے لوگوں کو خود سناتا رہا ہے رشک آتا نہیں تحت لہجے میں۔"

یہ تو سیدنا حضرت عمر رضہ تھے اس سے بھی دلچسپ قصہ خود حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ملاحظہ ہو۔ عورتوں کے حقوق کے اس داعی اعظم نے اپنی ہر رفیقۂ حیات کو عملاً کتنی آزادی دے رکھی تھی اور کتنے زیادہ حقوق عطا فرما رکھے تھے صرف دوسروں کو نصیحتوں اور ہدائیتوں تک بات ختم نہیں کی خود اپنے گھر میں اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حبیبہ سیدنا عائشہ رضہ سے مصروف کلام تھے کسی خانگی اور نجی مسئلے پر گفتگو تھی۔ لے ذرا بڑھ گئی۔ جذبات ذرا تلخ ہو گئے۔ سرکارؐ ایک حلیم تھے۔ دوسرے مساوات کی تربیت کرنی تھی۔ اس لئے طرفین میں سے حضرت عائشہ کے الفاظ میں ترشی تھی اور لہجہ بھی بلند تھا۔ میاں بیوی میں یہ کارزار گرم تھا کہ حضرت ابوبکر رضہ آنکلے۔ وہ ادھر سرکارؐ کے جاں نثار تھے تو ادھر حبیبۂ رسولؐ کے پدر بزرگوار بھی تھے گویا دو چند ذمہ داری حضرت صدیق رضہ نے محسوس کی۔ باپ اپنی بیٹی کی سرزنش کے لئے آگے بڑھا اور طیش میں کہہ جا :۔

"ہائیں! تو رسول اللہ کے سامنے آواز اونچی کرتی ہے۔"

اور ہاتھ بھی بلند کر دیا۔ مگر بیٹی اپنے غضب ناک باپ کی سرزنش سے صاف بچ نکلی کس نے بچا لیا۔ حقوقِ نسواں کے مبلغ اعظم بیچ میں حائل ہو گئے تھے۔

صلے اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

جناب صدیق رضہ کے غیظ و غضب کا پارہ کتنی ہی بلندی پر کیوں نہ چڑھ گیا ہو جس فعل میں ان کے رفیق و حبیب رسول اللہ حائل و مانع ہوں اس کی تکمیل کی انہیں کب جرأت ہو سکتی تھی۔ غضب پر ادب غالب آیا اور حضرت صدیق والا مقام واپس لوٹ گئے۔ یوں میاں بیوی کی جنگ ایک تیسرے فریق کے بیچ میں آنے سے ختم ہو گئی۔ حضورؐ نے فرمایا ہوگا :۔ "کیوں حُمیرا! میں نے بچا لیا ورنہ ابا اچھی طرح خبر لے ڈالتے۔"

سیّدہ حمیرا کھل کھلا کر ہنس دی ہوں گی اور رحمتِ عالمؐ کا قلب مبارک بھی فرطِ مسرت سے لبریز ہو گیا ہوگا کہ دیکھو میرا مشن اللہ کے فضل و کرم سے کس قدر کامیاب ہو رہا ہے۔ یہ صنفِ ضعیف اپنی "خودی" کو پہچانتی جا رہی ہے خود کبھی بھی معاف نہیں کرتی۔

جناب صدیق رضہ چند روز بعد پھر کاشانۂ نبوّت پر حاضر

ہوئے تو آج رنگ دوسرا تھا۔ مثالی شوہر اور معیاری بیوی آج حسبِ معمول خوش مزاجی کی حالت میں تھے۔

جناب صدیق رضہ کے دل کی کلی کھل اٹھی اور عرض کیا: "میں نے جنگ میں دخل دیا ہوا تھا اور اب صلح میں بھی شریک کیجیئے۔" سرکار مسکرا دیئے اور فرمانے لگے: "ہاں ہاں! ضرور۔"

سرکار نے صحابہ رضہ کو اپنی بیویوں کے حقوق ادا کرنے پر جس طرح بار بار متوجہ فرمایا تھا اس کے نتیجہ میں چند سال کے اندر اندر صنفِ ضعیف کو جو آزادی حاصل ہو گئی تھی اس کا اندازہ بھی آستانہ نبوی کے ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے — حضورؐ کی ازواجِ مطہرات کو حضورؐ سے بربنائے بشریت کبھی کبھی عارضی طور پر کچھ شکوہ بھی ہو جاتا تھا۔ ممکن ہے اس رنج و شکوے کی کوئی حقیقت اور اساس ہوتی ہی نہ ہو اور "ناز" کا ایک انداز ہی ہوتا ہو۔ بہرحال ازواجِ مطہرات کبھی کبھی اپنے شکوے کا اظہار حضورؐ سے فرمایا کرتی تھیں، یہ اظہار کس شان سے ہوتا تھا یہ بھی سننے کی چیز ہے یہ بھی حضورؐ کی کامل و ہمہ جہتی تربیت کا ایک شاہکار ہے۔ اس اندازِ شکایت کی مثال خود سرکار ہی کی زبان مبارک سے سنیئے۔ آپؐ نے ایک بار حضرت عائشہ سے فرمایا: "تم مجھ سے برہم ہو جاتی ہو تو میں سمجھ جاتا ہوں۔" جناب عائشہ رض نے دریافت کیا "وہ کیسے؟" "جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو اور کسی بات پر قسم کھانی ہوتی ہے تو محمدؐ کے خدا کی قسم کہتی ہو اور جب مجھ سے خوش نہیں ہوتیں تو "ابراہیمؑ کے خدا کی قسم" کہتی ہو۔"

حبیبۂ رسولؐ نے عرض کیا۔

"جی ہاں! یا رسول اللہ (میں ناخوشی میں) صرف آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔"

سنا آپ نے! اب بیوی ناخوش ہونا بھی جان گئی ہے۔ اور اس ناخوشی کے برملا اظہار کی جرأت بھی اس میں پیدا ہو گئی ہے۔ کیا آپ کو اس پر کوئی حیرت نہیں ہو رہی ہے اگر چھٹی صدی عیسوی میں پوری دنیا کی اخلاقی و معاشرتی حالت آپ کے سامنے ہے اور اس دور کے عرب کی عورت کی حالت زار کا نقشہ آپ بھول نہیں گئے تو آپ کو حیرت کی کوئی حد نہیں ہوگی۔

حضرت عائشہ رضہ کے اور حضورؐ کے سن میں بہت فرق تھا۔ ایک ذہین اور طباع اور کمسن لڑکی کا مزاج۔ مذاق۔ رنگ، طبیعت، اندازِ فکر۔ دلچسپیاں۔ غرض ہر ایک چیز ایک پختہ عمر سنجیدہ متین۔ ثقہ اور ذمہ دار مرد سے مختلف ہونی ہی چاہیئے اور پھر مرد "سرکار" کا سا۔ جن کے دوش پر ساری دنیا کی قیادت کا بار تھا۔ جن کے دل میں ساری انسانیت کی اصلاح کا جذبہ تھا۔ جن کے ذہن میں عالم کے ایک نئے اور عظیم تر انقلاب کے منصوبے پرورش پا رہے تھے۔ جن کو شوق تھا آدمی کو انسان بنانے کا۔ جن کو فکر تھی نئے خطوط پر معاشرہ کی تشکیل جدید کی۔ مختصر یہ کہ آنحضرتؐ کی دلچسپیاں حضرت عائشہ رضہ کی دلچسپیوں سے جدا نوعیت کی تھیں یا یوں کہیئے کہ ان کے مزاجوں میں اتنا ہی بُعد تھا جتنا بڑھاپے اور جوانی میں بُعد ہوتا ہے۔ لیکن دوسروں کے جذبات کا پاس کرنا بھی تو آپ سکھانا چاہتے تھے دوسرے کی جائز خواہشوں کو حتی الامکان پورا کرنا بھی آپ ضروری سمجھتے تھے۔

عید کا دن تھا چند حبشی باشندے حرمِ نبوی کے قریب ایک تماشا دکھا رہے تھے تقاضائے عمر جناب صدیقہ رضہ نے یہ تماشا دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ سرکار دروازے میں کھڑے ہو گئے اور حضرت اُم المومنین حضورؐ کے دوشِ مبارک پر ٹھوڑی رکھ کر تماشا دیکھنے لگیں اور دیر تک دیکھتی رہیں۔ ایک بار دریافت فرمایا: "کیوں حمیرا! جی نہیں بھرا۔"

حبیبۂ رسول نے بے تکلف انکار فرما دیا۔ "ابھی نہیں بھرا۔"

چنانچہ آپ یونہی کھڑے رہے یہاں تک کہ خود جناب صدیقہ رضہ تھک کر ہٹ گئیں۔

ازدواج کے ابتدائی زمانے میں تو آستانہ نبویؐ میں جناب صدیقہ کی بہت ہی کمسن سہیلیاں جمع ہو جایا کرتی تھیں سرکار اندر تشریف لاتے تو وہ بھاگ جاتیں مگر آپ ان کو بلا لیا کرتے۔

ابتدائی زمانے میں ہی حضرت صدیقہ رضہ گڑیاں تک کھیلا کرتی تھیں آپ نہ صرف اس کھیل میں عارج و مانع نہیں ہوتے تھے بلکہ کبھی کبھی کسی کھلونے کے متعلق بھی کوئی سوال فرما لیا کرتے تھے اور بھولے پن کا کوئی جواب سن کر مسکرا دیتے۔ (بشکریہ فکر و نظر)

* * * * * *

بشکریہ مولٰنا احمد گل صاحب لاہور — بلا تبصرہ

اُمّتِ مُحمّدیہ یا اُمّتِ مسلمہ

"امتِ مسلمہ ایک وسیع اور عالمگیر ادارہ ہے۔ بچے سے لے کر بوڑھے تک ہر مسلمان اس کا رکن ہے ہر رکن کو اس ادارہ میں برابر کی حیثیت حاصل ہے ہو سکتا ہے کہ ایک ان پڑھ اور نادار شخص جو ظاہر بین آنکھ کو حقیر نظر آتا ہے کل جہاد کے موقع پر کوئی ایسی خدمت انجام دے جائے جو بڑے بڑے عہدہ دار کے حصے میں کبھی نہ آئی ہو۔ دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سب مسلمان اُمت مسلمہ کے رکن ہیں۔ اس رکنیت کے لئے کوئی اسمی فارم بھرنے یا چندہ جمع کرنے کی حاجت نہیں صرف اسی قدر کافی ہے کہ آدمی زبان سے کلمۂ شہادت ادا کرے۔

ہر وہ بچہ بھی امت مسلمہ کا فرد ہوتا ہے جو اس امت میں پیدا ہوا اگرچہ غیر مسلموں کے بچے بھی اس وقت تک مسلمان ہوتے ہیں جب تک ان کے والدین انہیں غیر مسلم نہ بنا دیں۔ لیکن فقہی نقطۂ نگاہ سے انہیں امت کے افراد شمار نہیں کیا جا سکتا۔ کلمۂ شہادت انسان کو امتِ مسلمہ کی رکنیت میں فوراً داخل کر دیتا ہے بشرطیکہ وہ کسی اسلامی عقیدہ سے انکار نہ کرے ہم کسی کا سینہ چیر کر اس کی نیت کا بھید نہیں کھول سکتے اس لئے اگر کوئی شخص دھوکے کو مسلمان بن جائے تو ہمارے لئے یہ فیصلہ کرنا ناممکن ہے کہ وہ منافق ہے۔ اسے اس وقت تک دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ اعلاناً اسلام کے کسی بنیادی عقیدہ کا منکر نہ ہو جائے۔ ایسے شخص کے اعمال بہت فاسقانہ بھی ہوں تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس کے اعمال منافقوں کے سے ہیں مگر اس پر منافقت کا حکم نہیں لگ سکتا۔ اس کی بداعمالیوں سے بیزاری اور لاتعلقی کا اظہار ہو سکتا ہے لیکن اس کی ذات سے بیزاری اور لاتعلقی کا اعلان نہیں ہو سکتا۔ اسے امت مسلمہ کے حقوق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

ایک صحابی حضرت مقداد بن الاسود نے جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر میدانِ جنگ میں کسی کافر سے میرا سامنا ہو جائے تو وہ تلوار کے وار سے میرا ہاتھ کاٹ ڈالے۔ پھر کسی درخت کی اوٹ میں ہو کر کہہ ڈالے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو کیا اسے قتل کر سکتا ہوں؟ حضورؐ نے فرمایا اسے مت مار۔ صحابی نے عرض کی کہ جناب اس نے پہلے میرا ہاتھ کاٹا اور پھر اسلام کا اظہار کیا۔ کیا اسے قتل نہ کر دوں؟ حضورؐ نے فرمایا اسے قتل نہ کرو۔ اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو اس کے قتل سے پہلے جو تیری منزلت تھی وہ اس کی ہو جائے گی اور اس (کے کفر) کا درجہ تجھے مل جائے گا۔ (مسلم کتاب الایمان)

حضرت اسامہ بن زید رضہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں روانہ کیا۔ فرمایا۔ ہم دشمن قبیلہ پر حملہ آور ہوئے۔ میں ایک شخص کے سر پر پہنچا تو اس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تاہم میں نے اسے برچھی ماری لیکن میرے دل میں شبہ پیدا ہو گیا میں نے نبی کریمؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا۔

"کیا اسکے لا الٰہ الا اللہ کہنے کے باوجود تو نے اسے مار دیا؟" میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے محض اسلحہ کے خوف سے کلمہ پڑھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس کے دل سے آواز اٹھی تھی یا نہیں۔ حضورؐ نے یہ فقرہ بار بار دہرایا۔ میری یہ حالت ہو گئی کہ میں نے چاہا کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔" (مسلم کتاب الایمان)

ماخوذ از اسلامی نظام حیات

مصنفہ شیخ محمد اقبال۔ ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات)

"تم مجھے چھ چیزوں پر عمل کی ضمانت دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

۱۔ بولو تو سچ بولو (۲) عہد کرو تو وفا کرو (۳) بدکاری سے بچو (۴) بدنظری سے بچو ۵۔ کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرو (۶) امانت میں پورے اترو۔"

(حدیثِ نبویؐ)

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا

قرآن کامل ہدایت نامہ ہے اس میں کچھ منسوخ نہیں۔ یہ ایک زبردست طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور دنیا کو فتح کرے گا ہمارا کام صرف اسے دنیا میں پہنچا دینا ہے۔

واقعات پر غور کیجئے۔ مخالفت کے زبردست طوفان کے اندر ایک چھوٹی سی جماعت قرآن کریم کی اشاعت کے لئے کھڑی ہو گئی۔ اور خدا تعالیٰ کی نصرت کو دیکھو کہ آپ کے جو ارادے تھے کہ دین دنیا میں غالب ہو اور قرآن کریم کا نور ساری دنیا کو روشن کر دے اس کی تکمیل کے سامان اسی زبردست مخالفت کے اندر کر دیئے اور اس کام کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا۔

اب میں آپ کو آپ کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کی آویزش کو کبھی ایک جنگ ہی قرار دیا ہے مگر کیا آپ کے دل کبھی محسوس کرتے ہیں کہ ہم ایک جنگ میں مشغول ہیں، ہمارے امام نے اسے ایک جہاد قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلعم نے اسے سب سے بڑا جہاد قرار دیا ہے وجاھدھم بہ جہادًا کبیرًا مگر کیا آپ کے دل یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم ایک جہاد میں مصروف ہیں جس کی غرض یہ ہے کہ حق کی فتح ہو اور باطل کی شکست ہو میں یہ نہیں کہتا کہ سب کی حالت یکساں ہے آپ میں وہ لوگ بھی ہیں جن کے دلوں کے اندر یہ احساس ہے جنہوں نے اپنی زندگیاں خدا کے سامنے پیش کر دی ہیں جنہوں نے اپنے مال خدا کے سامنے پیش کر دیئے ہیں جنہوں نے اپنے اوقات خدا کے سامنے پیش کر دیے ہیں جن کے دلوں سے ہر وقت یہ آہ نکلتی ہے کہ اے خدا تو اپنے قرآن کو دنیا میں پہنچانے کے اور اپنے دین کو دنیا میں پھیلانے کے اور غالب کرنے کے رستے ہمارے لئے کھول دے جن کے اندر یہ حرکت بھی موجود ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اس جہاد میں شامل ہونے کی ترغیب دیں اور خدا کی راہ میں لڑنے والی فوج کو قوت پہنچائیں مگر آپ میں، ہاں ان لوگوں میں جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا۔ وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے امام کو زبان سے قبول کیا۔ مگر جو کام امام نے ان کے سپرد کیا تھا اس کے لئے وہ ہاتھ نہیں ہلاتے پیسہ خرچ نہیں کرتے۔ گویا ان کے دلوں میں یہ آرزو ہی پیدا نہیں ہوتی کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہو، خدا کا کلام دنیا میں پہنچے۔ خدا کا دین دنیا میں غالب ہو آج دنیا کی وہ حالت ہے کہ ایک چپہ زمین کی حفاظت کے لئے لاشوں کے پہاڑ بن جاتے ہیں۔ خون کی نہریں بہہ جاتی ہیں۔ کیا ہم میں اس دین حق کی حفاظت کے لئے یہی جذبہ موجود ہے؟ اس جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں جو احمدی کہلاتے ہیں اور اپنا حق لیتے وقت ان کا قدم سب سے آگے ہوتا ہے لیکن خدا کے حق کی پرواہ نہیں کرتے۔ میں آج ان کو صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ کوئی مرد ہو یا عورت یا بالغ لڑکا یا لڑکی ہو جو اپنے مال میں سے اس دینی جہاد میں کچھ صرف نہیں کرتا، نہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ حسب حیثیت صرف نہیں کرتا اور پھر اسے ماہوار اور باقاعدہ ادا نہیں کرتا۔ وہ اپنے آپ کو بھی دھوکا دے رہا ہے اور اپنی جماعت کو بھی دھوکا دے رہا ہے۔ نہیں ایک قدم اور اٹھایئے جس طرح سات سال کی عمر سے بچوں کو نماز کی عادت ڈالنے کا حکم ہے سات سال کی عمر سے انہیں دینی جہاد کی عادت ڈالیئے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے کھلونوں پر امرا کے گھروں میں سینکڑوں روپے برباد ہوتے ہیں مگر اپنے بچے سے چند پیسے خدا کی راہ میں دینے کو وہ ایک مصیبت سمجھتے ہیں۔ آیئے ہم سب مل کر قسم کھالیں کہ اپنی کمائی میں سے، اپنی ماہوار آمدنی میں سے سولہواں حصہ اس دینی جہاد میں لگا دیں گے۔ اور باقی پندرہ حصے میں اپنے دنیا کے کام چلائیں گے۔ تو نہ صرف ہماری موجودہ مشکلات ختم ہو جائیں گی بلکہ ہم آج کام کو دگنا نہیں بلکہ تگنا چوگنا کر سکیں گے۔ یہ میں مبالغہ کے طور پر نہیں کہہ رہا بلکہ یہ حقیقت ہے کہ جب بھی انسان ایک قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نصرت کے لئے دو قدم اٹھاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ انسان ایک قدم خدا کی طرف چل کر آئے تو خدا اس کی طرف دو قدم چل کر آتا ہے اور اگر وہ اس کی طرف چلتا ہوا آئے تو خدا اس کی طرف دوڑتا ہوا آتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ انسان کے دل میں جب خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے اور وہ اس محبت کے جذبہ سے سرشار ہو کر ایک قدم اٹھاتا ہے تو خدا اس فعل کو برکت دیتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا نمونہ

نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کوئی مالدار لوگوں کا گروہ نہ تھے۔ وہ لکھ پتی نہ تھے۔ بیشتر حصہ فقرا کا تھا لیکن جب خدا کی محبت دلوں میں گھر کر گئی تو ان کی حالت یہ تھی کہ بازار جا کر مزدوری کے چند پیسے لاتے تو کچھ اپنا پیٹ بھرتے کچھ خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے اور جن کے پاس کچھ نہ ہوتا ان کو اس قدر صدمہ ہوتا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے الا یجدوا ما ینفقون وہ اس لئے نہیں روتے تھے کہ ان کو اپنے پیٹ میں ڈالنے کے لئے کچھ نہیں ملتا۔ نہ اس لئے روتے تھے جیسے ہم میں سے بعض تہجد گزار روتے تھے کہ خدا ہمارے سینکڑوں کو ہزاروں اور ہزاروں کو لاکھوں اور لاکھوں کو کروڑوں بنا۔ بلکہ اس لئے روتے تھے کہ خدا کے رستے میں خرچ کرنے کو کچھ نہیں ملتا۔ مگر ان کی قربانی کا نتیجہ کیا ہوا کہ وہ دنیا کے بادشاہ بن گئے۔ رہنما بھی بن گئے کیا اس محبت الٰہی کا کوئی ذرہ ہمارے دلوں میں بھی ہے اگر ہے تو اپنی آنکھوں سے کسی وقت اس لئے بھی آنسو بہاؤ کہ خدایا تیرا دین مصیبت میں ہے تو نے جس قرآن کو ساری دنیا میں پہنچانے کے لئے بھیجا تھا اور اس کا نام ذکرٌ للعالمین رکھا تھا وہ ہمارے گھروں میں بند پڑا ہے اور دوسروں تک پہنچانا تو ایک طرف ہمارے اپنے دلوں میں بھی نہیں اترتا تو ہمارے دلوں میں وہ قوت پیدا کر دے کہ خود بھی اس کے احکام پر چلیں اور ساری دنیا میں بھی اسے پہنچا دیں تو نے جس رسول کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ اس کے نقش قدم پر نہ ہم خود چل رہے ہیں نہ اس کی صحیح تصویر دنیا کو دکھانے کے لئے ہاتھ ہلاتے یا مال خرچ کرتے ہیں تو ہمارے دلوں میں اپنے رسول پاکؐ کی وہ محبت پیدا کر دے کہ ہم خود بھی دیوانہ وار اس کے پیچھے چلنے والے ہوں اور دیوانہ وار اس کا حسن دنیا کو بھی دکھانے والے ہو جائیں یاد رکھیئے اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ کے ساتھ صرف ان قربانیوں کی وجہ سے ہے جو آپ میں سے کچھ لوگ خدا کی راہ میں کر رہے ہیں۔ ورنہ یہ آپ کی چھوٹی سی جماعت اور دنیا میں یہ اس کا کام کہ یورپ اور امریکہ میں ہزارہا کی تعداد میں احمدی ہو گئے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی سیرت کو ان ملکوں میں پہنچا دیا جہاں یہ اب تک نہ پہنچا تھا کفر کے مرکزوں میں مسجدیں بنا دیں اور وہاں سے نہ صرف اللہ اکبر کی آوازیں بلند ہوتی ہیں بلکہ وہ تبلیغ دین کے مرکز بھی ہیں جہاں سے خدا کے کلام اور اس کے رسولؐ کا نور دنیا میں پھیل رہا ہے۔۔ اگر اس جذبۂ محبت سے ساری جماعت کے قلوب سرشار ہو جائیں جو اس وقت چند دلوں میں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی نصرت کے دروازے بھی ایسے کھل جائیں کہ ایک طرف آپ کے دل باغ باغ ہو جائیں تو دوسری طرف دنیا بھر کے مسلمانوں میں ایک خوشی کی لہر دوڑ جائے ؛

——— * * * ———

چند باتیں

یہ چند باتیں یاد رکھیں اور روزانہ ان کو اپنے سامنے لائیں۔

۱۔ اگر آپ اب تک اپنی ماہوار آمدنی سے سولہواں حصہ دینی جہاد کے لئے نہیں دے رہے تو آپ اپنی جماعت سے اور حضرت بانئے سلسلہ احمدیہ سے بیوفائی کر رہے ہیں۔

۲۔ آپ کی اولاد میں سے جو کچھ کماتے ہیں ان کو اسی طرح جہاد میں شامل کرنا آپ کا فرض ہے۔

۳۔ چھوٹے بچوں کی تربیت اس رنگ میں کریں کہ وہ سات سال کی عمر سے نماز کے بھی عادی ہوں اور کچھ اپنے ہاتھ سے اس دینی جہاد میں بھی خرچ کرنے کے عادی ہوں۔

۴۔ جماعت کے لئے نمونہ بنیں اور دسواں حصہ آمد کا ماہوار دیکر سابقون میں داخل ہوں۔

۵۔ اپنے حلقۂ اثر میں دوسروں سے بیرونی مشنوں کے لئے امداد کی اپیل کریں۔

۶۔ اپنے اخباروں اور رسالوں کو دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔

۷۔ ہر گھر میں روزانہ تلاوتِ قرآن ہو۔

۸۔ ہر جماعت میں درس قرآن کریم کا انتظام ہو۔

(حضرت مولانا محمد علیؒ)

——— * * * ———

استجابتِ دعا کی حقیقت پر

حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی ایک بصیرت افروز تحریر

اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ تدبیر کی موجودگی میں دُعا کی کیا ضرورت ہے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

ماسوا ایسے سب صاحبوں کو واضح رہے کہ قانونِ قدرت اور صحیفۂ فطرت پر نظر ڈالنے سے ان تمام اوہام کا بڑی صفائی سے جواب ملتا ہے خدا کا قانونِ قدرت جو ہماری نظر کے سامنے ہے ہمیں بتلا رہا ہے کہ سلسلۂ تدابیر اور معالجات کا طلب اور استدعا سے وابستہ ہے۔ یعنی جب ہم فکر کے ذریعہ سے یا کسی اور طریق جستجو کے ذریعہ سے کسی تدبیر اور علاج کو طلب کرتے ہیں یا اگر ہم طلب کرنے میں احسن طریق کا ملکہ نہ رکھتے ہوں یا اگر اس میں کامل نہ ہوں تو مثلاً اس غور اور فکر کے لئے کسی ڈاکٹر کو منتخب کرتے ہیں اور وہ ہمارے لئے اپنی فکر اور غور کے وسیلہ سے کوئی احسن طریق ہماری شفا کا سوچتا ہے تب اس کو قانونِ قدرت کی حد کے اندر کوئی طریق سوجھ جاتا ہے جو کسی درجہ تک ہمارے لئے مفید ہوتا ہے۔ سو وہ طریق جو ذہن میں آتا ہے وہ درحقیقت اس خوض اور غور اور فکر اور توجہ کا نتیجہ ہوتا ہے جس کو ہم دُوسرے لفظوں میں دُعا کہہ سکتے ہیں کیونکہ فکر اور غور کے وقت جبکہ ہم ایک مخفی امر کی تلاش میں نہایت عمیق دریا میں اُتر کر ہاتھ پیر مارتے ہیں تو ہم ایسی حالت میں بہ زبانِ حال اُس اعلیٰ طاقت سے فیض طلب کرتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں غرض جبکہ ہماری رُوح ایک چیز کے طلب کرنے میں بڑی سرگرمی اور سوز و گداز کے ساتھ مبدءِ فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پاکر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی ڈھونڈتی ہے تو درحقیقت ہماری وہ حالت بھی دُعا کی ایک حالت ہوتی ہے اسی دُعا کے ذریعہ سے دُنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں اور ہر ایک بیت العلم کی کنجی دُعا ہی ہے اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہو ہمارا سوچنا ہمارا فکر کرنا اور ہمارا طلب امرِ مخفی کے لئے خیال کو دوڑانا یہ سب امور دُعا ہی میں داخل ہیں صرف فرق یہ ہے کہ عارفوں کی دُعا آدابِ معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اور اُن کی رُوح مبدءِ فیض کو شناخت کرکے بصیرت کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے۔ اور محجوبوں کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلب اسباب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ سے ربطِ معرفت نہیں اور نہ اس پر یقین ہے وہ بھی فکر اور غور کے وسیلہ سے یہی چاہتے ہیں کہ غیب سے کوئی کامیابی کی بات اُن کے دل میں پڑ جائے اور ایک عارف دُعا کرنے والا بھی اپنے خدا سے یہی چاہتا ہے کہ کامیابی کی راہ اس پر کھلے۔ لیکن محجوب جو خدا تعالیٰ سے ربط نہیں رکھتا وہ مبدءِ فیض کو نہیں جانتا اور عارف کی طرح اس کی طبیعت بھی سرگردانی کے وقت ایک اور جگہ سے مدد چاہتی ہے۔ اور اسی مدد کے پانے کے لئے وہ فکر کرتا ہے مگر عارف اس مبدء کو دیکھتا ہے اور یہ تاریکی میں چلتا ہے اور نہیں جانتا کہ جو کچھ فکر اور خوض کے بعد بھی دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ متفکر کے فکر کو بطورِ دُعا قرار دے کر بطورِ قبولِ دُعا اس علم کو فکر کرنے والے کے دل میں ڈالتا ہے۔ غرض جو حکمت اور معرفت کا نکتہ فکر کے ذریعہ سے دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا سے ہی آتا ہے۔ اور فکر کرنے والا اگرچہ نہ سمجھے مگر خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ مجھ سے ہی مانگ رہا ہے سو آخر وہ خدا سے اس مطلب کو پاتا ہے اور جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے یہ طریق طلبِ روشنی اگر علیٰ وجہ البصیرت اور ہادیٔ حقیقی کی شناخت کے ساتھ ہو تو یہ عارفانہ دُعا ہے اور اگر صرف فکر اور خوض کے ذریعہ سے یہ روشنی لامعلوم مبدء سے طلب کی جائے اور سوزِ حقیقی کی ذات پر کامل نظر نہ ہو تو وہ محجوبانہ دُعا ہے۔

دُعا اور تدبیر میں تناقض

اب اس تحقیق سے تو یہی ثابت ہوا کہ تدبیر کے پیدا ہونے سے پہلے مرتبہ دُعا کا ہے۔ جس کو قانونِ قدرت نے ہر ایک بشر کے لئے ایک امر لابدی اور ضروری ٹھہرا رکھا ہے۔ اور ہر ایک طالبِ مقصود کو طبعاً اس پل پر سے گذرنا پڑتا ہے پھر جائے شرم ہے کہ کوئی ایسا خیال کرے کہ دُعا اور تدبیر میں کوئی تناقض ہے دعا کرنے سے کیا مطلب ہوتا ہے۔ یہی تو ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب جس کو دقیق در دقیق تدبیریں معلوم ہیں کوئی احسن تدبیر دل میں ڈالے یا بوجہ خالقیت اور قدرت اپنی طرف سے پیدا کرے پھر دُعا اور تدبیر میں تناقض کیونکر ہوا؟

علاوہ اس کے جیسا کہ تدبیر اور دُعا کا باہمی رشتہ قانونِ قدرت کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے ایسا ہی صحیفۂ فطرت کی گواہی سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ انسانی طبائع کسی مصیبت کے وقت جس طرح تدبیر اور علاج کی طرف مشغول ہوتی ہیں ایسا ہی طبعی جوش سے دُعا اور صدقہ اور خیرات کی طرف جھک جاتی ہیں اگر دنیا کی تمام قوموں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کسی قوم کا کانشنس اس متفق علیہا مسئلہ کے برخلاف ظاہر نہیں ہوا پس یہی ایک رُوحانی دلیل اس بات پر ہے کہ انسان کی شریعتِ باطنی نے بھی قدیم سے تمام قوموں کو یہی فتویٰ دیا ہے کہ وہ دُعا کو اسباب اور تدابیر سے الگ نہ کریں بلکہ دُعا کے ذریعہ سے تدابیر کو تلاش کریں غرض دعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں کہ جو قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے دو حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آئے ہیں۔ اور تدبیر دُعا کے لئے بطور نتیجہ ضروریہ کے اور دعا تدبیر کے لئے بطور محرک اور جاذب کے ہے اور انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ تدبیر کرنے سے پہلے دُعا کے ساتھ مبدءِ فیض سے مدد طلب کرے تا اس چشمہ لازوال سے روشنی پاکر عمدہ تدبیریں میسر آسکیں۔''

(ہاں) استجابتِ دُعا کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو کچھ دُعا میں مانگا گیا ہے وہ دیا جائے کیونکہ اگر استجابتِ دُعا کے یہی معنے ہوں کہ وہ سوال بہرحال پورا کر دیا جائے تو دو مشکلیں پیش آتی ہیں اوّل یہ کہ ہزاروں دعائیں نہایت عاجزی اور اضطراری سے کی جاتی ہیں مگر سوال پورا نہیں ہوتا جس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ دُعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ خدا نے استجابتِ دُعا کا وعدہ کیا ہے۔ دُوسری یہ کہ جو امور ہونے والے ہیں وہ مقدر ہیں اور نہیں ہونے والے وہ بھی مقدر ہیں اُن مقدرات کے برخلاف ہرگز نہیں ہو سکتا پس اگر استجابتِ دُعا کے معنے سوال کا پورا کرنا قرار دیئے جائیں تو خدا کا یہ وعدہ کہ ادعونی استجب لکم ان سوالوں پر جن کا ہونا مقدر نہیں ہے صادق نہیں آسکتا یعنی ان معنوں کے رُو سے یہ عام وعدہ استجابتِ دُعا کا باطل ٹھہرے گا کیونکہ سوالوں کا وہی حصہ پورا کیا جاتا ہے جس کا پورا کیا جانا مقدر ہے لیکن استجابتِ دُعا کا وعدہ عام ہے جس میں کوئی بھی استثنا نہیں پھر جس حالت میں بعض آیتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ جن چیزوں کا دیا جانا مقدر نہیں وہ ہرگز دی نہیں جاتیں اور بعض آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی دُعا رد نہیں ہوتی اور سب کی سب قبول کی جاتی ہیں اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام دعاؤں کے قبول کرنے کا وعدہ کر لیا ہے جیسا کہ آیت ادعونی استجب لکم سے ظاہر ہے پھر اس تناقض اور تعارضِ آیات سے بجز اس کے کیونکر مخلصی حاصل ہو کہ استجابتِ دُعا سے عبادت کا قبول کرنا مراد لیا جائے یعنی یہ معنے کئے جائیں کہ دعا ایک عبادت ہے اور جب وہ دل سے اور خشوع و خضوع سے کی جائے تو اس کے قبول کرنے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ پس استجابتِ دعا کی حقیقت بجز اس کے کچھ اور نہیں کہ وہ دعا ایک عبادت متصور ہو کر اس پر ثواب مترتب ہوتا ہے ہاں اگر مقدر میں ایک چیز کا ملنا ہے اور اتفاقاً اس کے لئے دُعا بھی کی گئی تو وہ چیز مل جاتی ہے مگر نہ دعا سے بلکہ اس کا ملنا مقدر تھا اور دعا میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب دعا کرنے کے وقت خدا کی عظمت اور بے انتہا قدرت کا خیال اپنے دل میں جمایا جاتا ہے تو وہ خیال حرکت میں آکر ان تمام خیالات پر جن سے اضطرار پیدا ہوا ہے غالب ہو جاتا ہے اور انسان میں صبر اور استقلال پیدا ہو جاتا ہے اور ایسی کیفیت کا دل میں پیدا ہو جانا لازمہ عبادت ہے اور یہی دُعا کا مستجاب ہونا ہے۔

* * *

ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن کی بے نظیر تفسیر

الٓمّٓ ذالک الکتاب لا ریب فیه هدًی للمتقین ۝ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰة ومما رزقنٰهم ینفقون ۝ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرة هم یوقنون ۝ اولٰئک علٰی هدًی من ربهم واولٰئک هم المفلحون ۝

ترجمہ:۔ یہ کتاب جو شکوک و شبہات سے پاک ہے متقیوں کے لئے ہدایت نامہ ہے اور متقی وہ لوگ ہیں جو خدا پر (جس کی ذات مخفی در مخفی ہے) ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے خدا کی راہ میں کچھ دیتے اور اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو تیرے پر نازل ہوئی۔ اور نیز ان کتابوں پر ایمان لاتے ہیں جو تجھ سے پہلے نازل ہوئیں وہی لوگ خدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی ہیں جو نجات پائیں گے۔

ان آیات میں جو معرفت کا نکتہ مخفی ہے وہ یہ ہے کہ آیات مندرجہ بالا میں خداتعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ الٓمّٓ ذالک الکتاب لا ریب فیه هدًی للمتقین۔ یعنی یہ وہ کتاب ہے جو خداتعالیٰ کے علم سے ظہور پذیر ہوئی ہے اور چونکہ اس کا علم جہل اور نسیان سے پاک ہے اس لئے یہ کتاب ہر ایک شک و شبہ سے خالی ہے اور چونکہ خداتعالیٰ کا علم انسانوں کی تکمیل کے لئے اپنے اندر ایک کامل طاقت رکھتا ہے اس لئے یہ کتاب متقین کے لئے ایک کامل ہدایت ہے اور ان کو اس مقام تک پہنچاتی ہے جو انسانی فطرت کی ترقیات کے لئے آخری مقام ہے اور خدا ان آیات میں فرماتا ہے کہ متقی وہ ہیں کہ جو پوشیدہ خدا پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے کچھ خدا کی راہ میں دیتے ہیں اور قرآن شریف اور پہلی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں وہی ہدایت کے سر پر ہیں اور وہی نجات پائیں گے۔ ان آیات سے یہ تو معلوم ہوا کہ نجات بغیر نبی کریم پر ایمان لانے اور اس کی ہدایات نماز وغیرہ کے بجا لانے کے نہیں مل سکتی اور جھوٹے ہیں وہ لوگ جو نبی کریم کا دامن چھوڑ کر محض خشک توحید سے نجات ڈھونڈتے ہیں مگر یہ عقدہ قابلِ حل رہا کہ جبکہ وہ لوگ ایسے راست باز ہیں کہ پوشیدہ خدا پر ایمان لاتے اور نماز بھی ادا کرتے اور روزہ بھی رکھتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے خدا کی راہ میں کچھ دیتے ہیں اور قرآن شریف اور پہلی کتابوں پر ایمان بھی رکھتے ہیں تو پھر یہ فرمانا کہ ھدی للمتقین یعنی ان کو یہ کتاب ہدایت دے گی اس کے کیا معنی ہیں وہ تو ان سب باتوں کو بجا لا کر پہلے ہی سے ہدایت یافتہ ہیں اور حاصل شدہ کو حاصل کرانا یہ تو ایک امر عبث معلوم ہوتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ باوجود ایمان اور عمل صالح کے کامل استقامت اور کامل ترقی کے محتاج ہیں جس کی راہنمائی صرف خدا ہی کرتا ہے انسانی کوشش کا اس میں دخل نہیں استقامت سے مراد یہ ہے کہ ایسا ایمان دل میں رچ جائے کہ کسی ابتلاء کے وقت ٹھوکر نہ کھاویں اور ایسے طرز اور ایسے طور پر اعمال صالحہ صادر ہوں کہ ان میں لذت پیدا ہو۔ اور مشقت اور تلخی محسوس نہ ہو اور ان کے بغیر جی ہی نہ سکیں گویا وہ اعمال روح کی غذا ہو جائیں اور اس کی روٹی بن جائیں۔ اور اس کا آبِ شیریں بن جائیں کہ بغیر اس کے زندہ نہ رہ سکیں غرض استقامت کے بارے میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں جن کو انسان محض اپنی سعی سے پیدا نہیں کر سکتا بلکہ جیسا کہ روح کا خدا کی طرف فیضان ہوتا ہے وہ فوق العادت استقامت بھی خدا کی طرف سے پیدا ہو جائے

ایمان بالغیب

اور ترقی سے مراد یہ ہے کہ وہ عبادت اور ایمان جو انسانی کوششوں کی انتہا ہے اس کے علاوہ وہ حالات پیدا ہو جائیں جو محض خداتعالیٰ کے ہاتھ سے پیدا ہو سکتے ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ خداتعالیٰ پر ایمان لانے کے بارے میں انسانی سعی اور عقل صرف اس حد تک رہبری کرتی ہے کہ اس پوشیدہ خدا پر جس کا چہرہ نہیں دیکھا گیا ایمان لایا جائے اسی وجہ سے شریعت جو انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتی اس بات کے لئے مجبور نہیں کرتی کہ انسان اپنی طاقت سے ایمان بالغیب سے بڑھ کر ایمان حاصل کرے ہاں راستبازوں کو اسی آیت ھدی للمتقین میں وعدہ دیا گیا ہے کہ جب وہ ایمان بالغیب پر ثابت قدم ہو جائیں اور جو کچھ وہ اپنی سعی سے کر سکتے ہیں کر لیں۔ تب خدا ایمان کی حالت سے عرفان کی حالت تک ان کو پہنچا دے گا اور ان کے ایمان میں ایک اور رنگ پیدا کر دے گا۔ قرآن شریف کی سچائی کی یہ ایک نشانی ہے کہ وہ جو اس کی طرف آتے ہیں ان کو اس مرتبہ ایمان پر اور عمل پر رکھنا نہیں چاہتا کہ جو وہ اپنی کوشش سے اختیار کرتے ہیں کیونکہ اگر ایسا ہو تو کیونکر معلوم ہو کہ خدا موجود ہے بلکہ وہ انسانی کوششوں پر اپنی طرف سے ایک ثمرہ مرتب کرتا ہے جس میں خدائی چمک اور خدائی تصرف ہوتا ہے۔ مثلاً جیسا کہ میں نے بیان کیا انسان خدا پر ایمان لانے کے بارہ میں اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے کہ وہ اس پوشیدہ خدا پر ایمان لائے جس کے وجود پر ذرہ ذرہ اس عالم کا گواہ ہے مگر انسان کی یہ تو طاقت نہیں کہ محض اپنے ہی قدموں اور اپنی ہی کوشش اور اپنے ہی زور بازو سے خدا کے انوار الوہیت پر اطلاع پائے اور ایمانی حالت سے عرفانی حالت تک پہنچ جائے اور مشاہدہ اور رویت کی کیفیت اپنے اندر پیدا کر لے۔

اسی طرح انسانی سعی اور کوشش نماز کے ادا کرنے میں اس سے زیادہ کیا کر سکتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے پاک اور صاف ہو کر اور نفسی خطرات کو ہٹا کر نماز ادا کریں اور کوشش کریں کہ نماز ایک گری ہوئی حالت میں نہ رہے اور اس کے جس قدر ارکان حمد و ثنا حضرت عزت اور توبہ استغفار اور دعا اور درود ہیں وہ دلی جوش سے صادر ہوں۔ لیکن یہ تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے کہ ایک فوق العادت محبت ذاتی اور خشوع ذاتی اور محویت سے بھرا ہوا ذوق و شوق اور ہر ایک کدورت سے خالی حضور اس کی نماز میں پیدا ہو جائے۔ گویا وہ خدا کو دیکھ لے اور ظاہر ہے کہ جب تک نماز میں یہ کیفیت پیدا نہ ہو وہ نقصان سے خالی نہیں۔ اسی وجہ سے خداتعالیٰ نے فرمایا کہ متقی وہ ہیں جو نماز کو کھڑی کرتے ہیں اور کھڑی وہی چیز کی جاتی ہے جو گرنے کے لئے مستعد ہے پس آیت یقیمون الصلوٰة کے یہ معنی ہیں کہ جہاں تک ان سے ہو سکتا ہے نماز کو قائم کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں اور تکلف اور مجاہدات سے کام لیتے ہیں مگر انسانی کوششیں بغیر خداتعالیٰ کے فضل کے بیکار ہیں اس لئے اس کریم و رحیم نے فرمایا ھدی للمتقین یعنی جہاں تک ممکن ہو وہ تقویٰ کی راہ سے نماز کی اقامت میں کوشش کریں۔ پھر اگر وہ میرے کلام پر ایمان لاتے ہیں تو میں ان کو محض انہی کی کوشش اور سعی پر نہیں چھوڑوں گا بلکہ میں آپ ان کی دستگیری کروں گا۔ تب ان کی نماز ایک اور رنگ پکڑ جائے گی اور ایک اور کیفیت ان میں پیدا ہو جائے گی۔ جو ان کے خیال و گمان میں بھی نہیں تھی۔ یہ فضل محض اس لئے ہوگا کہ وہ خداتعالیٰ کے کلام قرآن شریف پر ایمان لائے۔ اور جہاں تک ان سے ہو سکا اس کے احکام کے مطابق عمل میں مشغول رہے۔

محبوبِ حقیقی کو دیکھنے کے لئے حضورِ کامل کی ضرورت

غرض نماز کے متعلق جس زائد ہدایت کا وعدہ ہے وہ یہی ہے کہ اس قدر طبعی جوش اور ذاتی محبت اور خشوع اور کامل حضور میسر آ جائے کہ انسان کی آنکھ اپنے محبوب حقیقی کے دیکھنے کے لئے کھل جائے اور ایک خارق عادت کیفیت مشاہدہ جمال باری میسر آ جائے جو لذات روحانیہ سے سراسر معمور ہو اور دنیوی رذائل اور انواع و اقسام کے معاصی قولی اور فعلی اور بصری اور سماعی سے دل کو متنفر کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الحسنات یذھبن السیئات۔

ایسا ہی مالی عبادت جس قدر انسان اپنی کوشش سے کر سکتا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ اپنے اموال مرغوبہ میں سے کچھ خدا کے لئے دیوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں فرمایا ہے ومما رزقنٰھم ینفقون اور جیسا کہ ایک دوسری جگہ فرمایا ہے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ لیکن ظاہر ہے کہ اگر مالی عبادت میں انسان صرف اسی قدر بجا لاوے کہ اپنے اموال محبوبہ مرغوبہ میں سے کچھ خداتعالیٰ کی راہ میں دیوے تو یہ کچھ کمال نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ ماسویٰ سے بکلی دست بردار ہو جائے اور جو کچھ اس کا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خدا کا ہو جائے یہاں تک کہ جان بھی خداتعالیٰ کی راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ کیونکہ وہ بھی مما رزقنٰھم میں داخل ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۲ پر دیکھیں

حضرت محمد مصطفٰی صلعم اور قرآن کریم کی صداقت و افضلیت کا

عیسائی مفکرین و مصنفین کی طرف سے اقرار

خطبہ جمعہ فرمودہ مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، در جامع احمدیہ ، احمدیہ بلڈنگس لاہور (رپورٹ مولوی شفقت رسول خان صاحب)

لقد صدق اللہ رسولہ الرء یا بالحق ج لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ امنین محلقین رء وسکم و مقصرین لا تخافون ط فعلم مالم تعلموا فجعل من دون ذالک فتحاً قریباً ۝ ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ ۔ وعملوا الصالحت منھم مغفرۃً و اجراً عظیماً ۝ (سورۃ الفتح ۴۸: ۲۷ تا ۲۹)

فرمایا وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ ہی گواہ کافی ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی کافروں کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحم کرنے والے ہیں۔ تو ان کو رکوع کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے وہ اپنے رب کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں ان کا نشان ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے اثر سے ظاہر ہے۔ یہ ان کی مثال توریت میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اسے مضبوط کیا سو وہ موٹی ہوئی۔ پھر اپنی نالوں پر سیدھی کھڑی ہو گئی کسانوں کو خوش کرتی ہے تاکہ ان کی وجہ سے کافروں کو غضب میں لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں حفاظت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔" اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو رویا ہم نے تم کو دکھایا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ ہم نے تمہیں دین حق دے کر بھیجا ہے کہ آپ ساری دنیا پر اسلام کو غالب کر دیں اور اسلام کا تمام ادیان پر غالب آنا ہی فتح مبین ہے۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا نظارہ تمام دنیا نے دیکھا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ۲۳ سالہ دور نبوت کس قدر عمدہ نتائج کا حامل ہوا۔ آپ اور آپ کے ساتھی جو اس قدر کمزور اور بے بس تھے کہ انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا۔ انہیں ہجرت پر مجبور کیا گیا۔ جن کے پاس کوئی دنیاوی ذرائع و اسباب نہ تھے لیکن تمام دنیا نے ان کے غلبہ کو دیکھا اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب آیا۔ پھر تیرہویں اور چودہویں صدی ہجری میں عیسائیت نے بظاہر غلبہ حاصل کر لیا

لیکن آج مخالفین بھی آپ کو کامیاب نبی قرار دیتے ہیں آج سے ایک صدی قبل اہل مغرب نے اعتراف کیا تھا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مذہبی دنیا میں صف اول پر ہیں اور اب حال ہی میں ایک کتاب (ONE HUNDRED) نامی شائع کی گئی ہے جس میں اعتراف کیا گیا ہے کہ نبی اکرم (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ذات موثر شخصیات میں صف اول پر ہے گویا آپ مذہبی شخصیت کی حیثیت میں بھی سرفہرست ہیں اور موثر شخصیت ہونے کے اعتبار سے بھی پہلے نمبر پر ہیں۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا)

یعنی آپ خدا کے ساتھ تعلق میں بھی اول نمبر پر ہیں اور محسن انسانیت ہونے کے لحاظ سے بھی اول نمبر پر ہیں۔ اور رحمۃ للعالمین ہیں آپ اگر اطاعت خداوندی میں بلند ترین مقام پر فائز ہیں تو ہمدردی مخلوق میں بھی لاثانی ہیں۔ حال ہی میں انگلستان کے سات بشپوں نے ایک کتاب بنام (دی میتھ آف گاڈ ان اکارنیٹ) لکھی ہے جس کے ایڈیٹر مسٹر جان ہکس ہیں شائع کی ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ "خدا کا انسانی جسم میں حلول کر کے دنیا میں آنا ایک توہم پرستانہ عقیدہ ہے"۔ اس طرح انہوں نے مروجہ کلیسائی عیسائیت کی موجودہ تعلیم کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا ہے۔ اور خدا کا بیٹا ہونے کو توہم پرستی ثابت کر دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ موجودہ عیسائیت کی تعلیم حضرت عیسٰے علیہ السلام کی تعلیم نہیں ہے اور اس کا برملا اعتراف بھی کیا ہے۔ کہ حضرت مسیح کی تعلیم کو بگاڑا گیا ہے اور کچھ کا کچھ بنا لیا گیا ہے۔ حضرت مسیح ہر رنگ میں انسان تھے نہ خدا کا بیٹا تھے۔ در اصل میں یہ الفاظ محض استعارۃً استعمال ہوئے ہیں۔ اور پیار کے مفہوم میں آتے ہیں۔ موجودہ عیسائیت کے عقائد سینٹ پال نے اختراع کئے ہیں۔ یہ سب من گھڑت کی باتیں ہیں۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مسیح خدا کے بیٹے نہیں تھے وہ انسان تھے اور دوسرے مصلحین کی طرح خدا کے مقبول اور پیارے بندے تھے۔

آج تمام دنیا میں ایک انقلاب رونما ہو رہا ہے یہ تبدیلی ایک عالمگیر مذہب کا تقاضا کرتی ہے اور وہ ایسے دین کی ضرورت محسوس کرتی ہے جو تمام عالم کے لئے اس کے جملہ مسائل کا حل پیش کرتی ہو۔ جس میں رنگ نسل۔ ملکی حدود۔ زبان وغیرہ کی کوئی قید نہ ہو بلکہ وہ دین آفاقی ہو۔ جس میں انسان کی عظمت کا احساس ہو۔ ان کے مال و جان کی حفاظت کا ذمہ دار ہو اور ایسی تعلیم صرف اسلام میں ہی ہے۔ اسلام نے جو دینی۔ اقتصادی۔ معاشی۔ تہذیبی اور معاشرتی اصول انسان کو دئیے ہیں وہ کسی اور دین نے پیش نہیں کئے۔ اور قرآن پاک اس نظام کو چودہ سو سال پیشتر انسانوں کو دے چکا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ اس کی عمدگی اور بہتری کا مؤید ہے اور اس حقیقت کو بھی واضح کرتا ہے کہ اسلام ایک قابل عمل دین ہے بلکہ یہ تجربہ میں کامیاب ثابت ہو چکا ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے یہ تحریک اٹھائی جس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو قرآن پاک کی تعلیمات کے اصل مفہوم سے روشناس کرایا جائے اور یہ لوگوں پر واضح کیا جائے کہ قرآن پاک کی تعلیم عالمگیر ہے۔ تمام مذاہب عالم خدا کی طرف سے اس کے فرستادہ لوگوں نے پیش کئے۔ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھے لیکن بعد میں آنے والے لوگوں نے ان میں افراط و تفریط اور غلط فہمیاں پیدا کر دیں۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کو یوں واضح کیا ہے کہ یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم ہی خدا کے پیارے اور محبوب ہیں قرآن سے سوال کیا ہے کہ اگر تم خدا کے محبوب اور پیارے ہو تو وہ تمہیں تمہارے بد اعمال پر سزا کیوں دیتا ہے۔

صرف عقیدہ انسان کی نجات کا موجب نہیں ہوتا

بلکہ اس عقیدہ کے مطابق عمل ہی خدا کے فضل سے نجات کا باعث ہوتا ہے محض اپنی خواہشات پر کوئی انسان خدا کا محبوب نہیں بن جاتا لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب ۔۔۔۔ یجزی بہ بلکہ اس کو اپنے اعمال کی جزا یا سزا سے حصہ لینا پڑتا ہے۔ یہ اسلام نے تسلیم کیا ہے کہ تمام مذاہب میں صداقت ضرور تھی لیکن اسلام تمام صداقتوں کا مجموعہ ہے۔ خدا کی ذات سے تعلق کے لئے اسلام کا دامن تھامنا ضروری ہے۔ ہمارے ایک لاہور کے بشپ صاحب اینگزنڈر مک جون نے پاکستان ٹائمز میں ۲۳ جنوری ۱۹۸۲ء کے پرچہ میں ایک مضمون بعنوان (حضرت مسیح ؑ کی پیدائش از روئے قرآن) کو قرآن پاک کے حوالوں سے معجزانہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہ حضرت آدم کی طرح "کن" کے عمل سے پیدا ہوئے۔ جو کنواری مریم کے بطن سے بطور کلمۃ اللہ روح اللہ پیدا ہوئے۔ روح منہ۔ اور بغیر باپ پیدا ہوئے تھے۔ اس قسم کی خصوصیات اور کسی بھی بشر کو حاصل نہیں ہوئی ہیں۔ پھر وہ مردوں کو زندہ کرنے کی قوت رکھتے تھے۔ کوڑھیوں اور جذامیوں کو شفا بخشتے تھے۔ اندھوں کو آنکھیں دیتے تھے اور پرندے پیدا کیا کرتے تھے۔ یہ تمام خواص کسی اور نبی یا بشر میں نہیں پائے جاتے اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ فوق البشر تھے۔ لیکن ان سب تشریحات کو لاہور کے پادری صاحب کو ان سات بشپ صاحبان کی کتاب (الوہیت پرستی کا عقیدہ توہم پرستانہ ہے) کی روشنی میں دیکھنا چاہیئے تھا جن کو پادری مک صاحب حقیقت تصور کر بیٹھے ہیں وہ محض تمثیلات ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ان کے حواریوں نے کہا کہ ہمیں آپ کی تمثیلی باتیں سمجھ میں نہیں آتیں اس کتاب "THE MYTH OF GOD" نے پادری صاحبان کے جملہ کلیسائی تصورات کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ اُمید ہے کہ پادری صاحب اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں گے جو ان کے انگلستان کے سات سینئر بشپ صاحبان نے شائع کی ہے۔ جس میں انہوں نے مدلل طور پر عیسائی معتقدات کو ختم کر کے رکھ دیا ہے اور بتایا ہے کہ مسیح صرف ایک بشر تھے۔ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں تھے حضرت

(بقیہ صفحہ ۱۲ کالم ۱ پر)

بقیہ خطبہ ڈاکٹر اللہ بخش صاحب (آمدہ صفحہ)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا کہ دجال کے پاس روٹیوں کے انبار ہوں گے جو اس کی اطاعت کرے گا اس کو وہ روٹی دے گا اور جو انکار کرے گا اس کو وہ بھوکا مارے گا۔ اور اطاعت پر مجبور کریگا آج روس اور امریکہ دجالی قوت کے مظہر ہیں جو ملک اُن کی اطاعت کے لئے نہیں جھکتا اس کی اقتصادی امداد بند کردینے کی دھمکی دیتے ہیں بلکہ اس کی اقتصادی امداد بند کردی جاتی ہے۔ یوں دجّال ایک عظیم ہستی معلوم ہوگا جو کل عالم پر محیط ہے۔

کلیسائی عیسائیت دم توڑ رہی ہے

یہ عیسائی طاقتیں ایک انسان کو خدا کا بیٹا بناتی ہیں اور حالانکہ نہ وہ خدا ہے اور نہ ہی خدا کا بیٹا۔ یقیناً عیسائی مذہب دم توڑ رہا ہے اور صرف اِسلام ہی غالب آئے گا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

هوالذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله

خدا ہی کی ذات نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دکھائے۔

- - - - - - - - -

- - - - - - اب دنیا کے سب سے بڑے مذہب عیسائیت کا غلبہ ٹوٹ چکا ہے۔ اور غلبۂ اِسلام کے آثار دنیا میں نمایاں طور پر نمودار ہو رہے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب عیسائیت بالکل مغلوب ہو جائے گی اور اسلام ہی دنیا میں غالب ہوگا۔ مگر اسلام کے غلبہ کے لئے صحیح معتقدات اور قرآنِ پاک کی تعلیم کے مطابق اپنے اعمال کے سنوارنے کی ضرورت ہے۔ آج تمہاری جماعت کے پھیلائے ہوئے صحیح قرآنی اعتقادات اقوام مغرب کو متاثر کر رہے ہیں اور وہ تمام توہم پرستانہ عقائد سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ صرف ان کے سامنے اِسلام کی سچی علمی وعملی تصویر اعتقادات کی ضرورت ہے اور سب سے بڑھ کر اعمال صالحہ کا عمدہ نمونہ دکھانے کی حاجت ہے کیونکہ کوئی بھی پاکیزہ اصول قابلِ توجّہ نہیں ہوتا جب تک اس کے ثمرات سامنے نہ آئیں۔ اس لئے اپنی عملی زندگی کو سنوار یئے اور قرآنِ پاک کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنا لیجئے۔ یقیناً اِسلام ہی تمام دنیا پر غالب آنے والا دین ہے۔ اور اس کے غلبہ کے لئے خدا کا حتمی وعدہ بھی ہے اور خدا کا وعدہ ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ یہ سچے اعتقادات کا اس زمانہ میں پھیلاؤ اس کے وعدے کے سچے ہونے کا کامل یقین عطا کرتا ہے۔ اس لئے اٹھو اور اپنی تبلیغی وعملی مساعی کو تیز کرو اور صحیح معتقدات کو پھیلانے کے لئے قول اور عمل میں مطابقت پیدا کرو۔ خدا یقیناً تمہیں غلبۂ اِسلام کا جانفزا معجزہ دکھائے گا۔ اَللّٰھمّ آمین

خدا تعالیٰ آپ کو عامل باعمل ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین! ثم آمین! ***

بقیہ ھدًی للمتقین (آمدہ صفحہ)

خدا تعالیٰ کا منشا اس کے قول مّما رزقنا سے صرف درہم و دینار نہیں ہے بلکہ یہ بڑا وسیع لفظ ہے جس میں ہر ایک نعمت داخل ہے جو انسان کو دی گئی ہے۔

غرض اس جگہ بھی ھدًی للمتقین فرمانے سے خدا تعالیٰ کا یہ منشا ہے کہ جو کچھ انسان کو ہر ایک قسم نعمت مثلاً اس کی جان اور صحت اور علم اور طاقت اور مال وغیرہ میں سے دیا گیا ہے اس کی نسبت انسان اپنی کوشش سے صرف مما رزقنھم ینفقون تک اپنا اخلاص ظاہر کرسکتا ہے اور اس سے بڑھ کر بشری قوتیں طاقت نہیں رکھتیں۔ لیکن خدا تعالےٰ کا قرآن شریف پر ایمان لانے والے کے لئے اگر وہ مما رزقنھم ینفقون کی حد تک اپنا صدق ظاہر کرے گا۔ بموجب آیت ھدًی للمتقین کے یہ وعدہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس قسم کی عبادات میں بھی کمال تک اس کو پہنچا دے گا۔ اور کمال یہ ہے کہ اس کو یہ قوت ایثار بخشی جائے گی کہ وہ شرح صدر سے یہ سمجھ لے گا کہ جو کچھ اس کا ہے خدا کا ہے اور کبھی کسی کو محسوس نہیں کرائے گا کہ یہ چیزیں اس کی تھیں جس کے ذریعہ سے اس نے نوعِ انسان کی خدمت کی مثلاً احسان کے ذریعہ سے کبھی انسان کسی کو محسوس کرنا ہے کہ اس نے اپنا مال دوسرے کو دیا مگر یہ ناقص حالت ہے کیونکہ وہ تبھی محسوس کرے گا کہ جب اس چیز کو اپنی چیز سمجھے گا۔ پس جب بموجب آیت ھدًی للمتقین کے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں ایمان لانے والے کو اس مقام سے ترقی بخشے گا تو وہ یہاں تک اپنی تمام چیزوں کو خدا کی چیزیں سمجھ لے گا۔ کہ محسوس کرانے کی مرض بھی اس کے دل میں سے جاتی رہے گی۔ اور نوعِ انسان کے لئے ایک مادری ہمدردی اس کے دل میں پیدا ہو جائے گی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور کوئی چیز اس کی اپنی نہیں رہے گی بلکہ سب خدا کی ہو جائے گی۔ اور یہ تب ہوگا کہ جب وہ سچے دل سے قرآن شریف اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لائے گا۔ بغیر اس کے نہیں پس کس قدر گمراہ وہ لوگ ہیں جو بغیر متابعت قرآن شریف اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صرف خشک توحید کو موجب نجات ٹھہراتے ہیں بلکہ مشاہدہ ثابت کر رہا ہے کہ ایسے لوگ نہ خدا پر سچا ایمان رکھتے ہیں نہ دنیا کے لالچوں اور خواہشوں سے پاک ہو سکتے ہیں چہ جائیکہ وہ کسی کمال تک ترقی کریں۔ اور یہ بات بھی بالکل غلط اور کورانہ خیال ہے کہ انسان خود بخود نعمت توحید حاصل کرسکتا ہے۔ بلکہ توحید خدا کی کلام کے ذریعہ سے ملتی ہے اور اپنی طرف سے جو کچھ سمجھتا ہے وہ شرک سے خالی نہیں اسی طرح خدا تعالےٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کے بارے میں انسانی کوشش صرف اس حد تک ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے اس کی کتاب پر ایمان لاوے اور صدق سے اس کی پیروی کرے اس سے زیادہ انسان میں طاقت نہیں لیکن خدا تعالےٰ نے آیت ھدًی للمتقین میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اس کی کتاب اور رسول پر کوئی ایمان لائے گا تو وہ مزید ہدایت کا مستحق ہوگا۔ اور خدا اس کی آنکھ کھولے گا اور اپنے مکالمات ومخاطبات سے مشرف کرے گا۔ اور بڑے بڑے نشان اس کو دکھائے گا یہاں تک کہ وہ اسی دنیا میں اس کو دیکھ لے گا کہ اس کا خدا موجود ہے اور پوری تسلی پائے گا۔

(از حضرت مجدد صد چہاردہم)

ایک پُرمسرت تقریب

۲۰ جنوری ۱۹۸۲ء کو جامع احمدیہ دارالسلام میں مسٹر احمد بخش اللہ سیکریٹری جماعت احمدیہ ہیگ (ہالینڈ) اور عزیزہ ساجدہ رؤف ایم۔اے۔بی۔ایڈ دارالسلام کے نکاح کی تقریب سعید منعقد ہوئی حق مہر بیس ہزار روپیہ مقرر ہوا۔ اور خطبہ نکاح سیدنا امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے پڑھا۔ آپ نے آیاتِ مسنونہ کی تلاوت کے بعد ان کا ترجمہ بیان کیا۔ ایسے مبارک موقع پر ان کی تلاوت کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے تقوے اور حقوق زوجین کی طرف نہایت مؤثر انداز میں توجہ دلائی جو ایک صالح معاشرہ وجود میں لانے کے لئے ٹھوس بنیاد کا کام دیتے ہیں۔ اس رشتہ سے دو خاندانوں کے درمیان جو نئے تعلقاتِ الفت اور محبت پیدا ہوئے ہیں آپ نے ان کی حفاظت اور نگہداشت کی بھی تلقین فرمائی۔

اس مبارک تقریب میں تنظیم خواتینِ احمدیہ لاہور نے بڑے خلوص اور دلچسپی سے شرکت کی اور دولہا میاں کو یہ محسوس کرایا کہ وہ اپنے ہی بہن بھائیوں کے درمیان ہیں۔ دوسرے دن دارالسلام میں دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں عمائدین جماعت کے علاوہ بیشتر احباب جماعت نے بھی شرکت فرمائی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس رشتے کو جانبین اور دونوں گھرانوں کے لئے مبارک اور مثمر بہ ثمراتِ حسنہ بنائے۔ آمین

مسٹر احمد بغرض شادی ایک ماہ کے لئے لاہور تشریف لائے تھے آپ مع بیگم ۴ فروری ۱۹۸۲ء کو واپس ہیگ تشریف لے گئے ہیں۔ (رپورٹر) خلیل الرحمان

——— ◆◆ ———

باہتمام ریاض حسین المدہ پرنٹرز اُردو بازار سے چھپوا کر پبلشر محمد اعظم علوی نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگ برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر:۔ ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۲۸ جنوری ۱۹۸۲ء جلد ۶۹ شمارہ ۴ رجسٹرڈ ایل ۱۳۸